عام فہم انداز میں قربانی اور اس سے متعلقہ احکامات

ہدیہ قربانی

یعنی

قربانی کے فضائل و مسائل

مفتی سفیان بلند صاحب حفظہ اللہ

- فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مدرس و متخصص جامعہ دار الہدی گلستان جوہر کراچی
- رکن شریعہ کمیٹی حلال آگہی و تحقیقاتی کونسل (HARC)

دار الریان کراتشی

نام کتاب: احکام و مسائل قربانی

مؤلف: مفتی سفیان بلند صاحب حفظہ اللہ

صفحات: 100

تعداد اشاعت: 1100

کمپوز اور سیٹنگ: عثمان حبیب، کراچی

ناشر: دار الریان کراتشی

رابطہ: 0334-2524555

فہرست مضامین

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غبارِ خاطر

فقہیاتِ قربانی
سوشل میڈیا پر اہم دینی سلسلہ

سوشل میڈیا پر واٹس ایپ ایک ایسی ایپ ہے جس پر روزانہ ہزاروں لاکھوں میسج کی بھرمار ہوتی ہے، ان میں جہاں عمومی نوعیت کی باتیں، خصوصی احوال، کاروباری خبریں، سیاسی حالات، کھیل کی دنیا اور عالمی حالات پر تبادلہ خیال ہوتا ہے، وہیں اس پر دینی تعلیمات سے متعلق بھی مختلف نوعیت کے شرعی مسائل پر بھی سوالات وجوابات کا سلسلہ رہتا ہے، چونکہ یہ اس وقت باہمی رابطہ کی ایک ایسی اہم ایپ ہے جس سے لاکھوں انسان بیک وقت وابستہ ہیں، ایک وقت میں ایک بات دنیا کے ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک لمحوں میں پہنچ جاتی ہے، اس افادیت کو دیکھتے ہوئے ہمارے بعض رفقاء کرام نے اس بات کی فکر فرمائی کہ عوام الناس کے اس بڑے جم غفیر کی دینی رہنمائی کے لئے کچھ شرعی ہدایات کا سلسلہ شروع کیا جائے جس میں ان کو دین اسلام کے بنیادی اور اہم فضائل و مسائل سے روشناس کروایا جائے، خاص کر مختلف مواقع مثلاً اسلامی مہینوں کے احکام، ماہ رمضان کے فضائل و مسائل، بقر عید وحج کے فضائل و مسائل اور روز مرہ کے پوچھے جانے والے عام فہم مسائل کی وضاحت ہو، چنانچہ اس پر راقم الحروف نے توکلاً علی اللہ فقہیات کے نام سے کام کا آغاز کیا، الحمد للہ! عوام وخواص اور خاص کر اہل علم حضرات نے بڑی

حوصلہ افزائی فرمائی اور دعائیں بھی دیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو جزائے خیر عطا فرمائے آمین۔

فقہیاتِ قربانی بھی اسی دینی و شرعی رہنمائی کا ایک سلسلہ ہے، اور الحمد للہ! اس کی مقبولیت اتنی رہی کہ سوشل میڈیا پر اہل علم حضرات نے اس کو تربیت کے لئے بہت اہم سمجھا اور اس پر میرے اساتذہ و تلامذہ اور احباب و رفقاء نے بڑی حوصلہ افزائی فرمائی، چنانچہ گذشتہ سال سے اصرار تھا کہ اس کو کتابی شکل میں مرتب کر دیا جائے، چنانچہ اب وہ مرحلہ آگیا جس کا انتظار تھا، اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ مختصر سا ہدیہ محبت بنام "ہدیہ قربانی" پیش خدمت ہے، اللہ تعالیٰ اس کو قبولیت سے نوازے اور ذخیرہ آخرت فرمائے آمین

"فقہیات" کے سلسلہ میں اس بات کی وضاحت ضروری ہے اس میں اس بات کی کوشش کی جاتی ہے کہ دینی مسائل کا حل پہلے قرآن کریم پھر احادیث نبویہ اور پھر کتب فقہ و فتاوی کی روشنی میں مرتب کر کے دیا جائے، اور اس کے لئے جن تفاسیر سے عموما استفادہ کیا جاتا ہے ان میں تفسیر مظہری، تفسیر معارف القرآن اور تفسیر انوار البیان کو سامنے رکھا جاتا ہے، حدیث میں کتب صحاح کے ساتھ ساتھ عموما مشکوۃ شریف اور اس کی اردو شرح مظاہر حق سے لیا جاتا ہے، کتب فقہ میں امہات الکتب میں سے عموما فتح القدیر، البحر الرائق، بدائع الصنائع، فتاوی ہندیہ (عالمگیری) اور فتاوی شامیہ (الدر المختار مع رد المحتار) سے حوالے پیش کئے جاتے ہیں، کتب فتاوی میں اکابر کے فتاوی کی روشنی میں مسائل کو منضبط کیا جاتا ہے جس میں خاص طور سے فتاوی یوسفی (آپ کے مسائل اور ان کا حل) فتاوی محمودیہ، فتاوی عثمانی، فتاوی دار العلوم دیوبند، فتاوی دار العلوم زکریا، کتاب الفتاوی، نجم الفتاوی، فتاوی قاسمیہ، کتاب النوازل اور جامعہ علوم اسلامیہ بنوری ٹاؤن و جامعہ دار العلوم کراچی کی ویب سائٹ اور دیگر فتاوی سے استفادہ کیا جاتا ہے، تاہم تعبیر میں بسا اوقات نقل بالمعنی کو ترجیح دی جاتی ہے تاکہ عوامی سطح کے مطابق مسئلہ بیان کیا جاسکے، اہل علم حضرات سے گزارش ہے کہ اس میں کوئی کمی پائیں تو بغرض اصلاح رہنمائی فرمائیں اور فائدہ اٹھانے والے قارئین کرام اپنی دعاؤں میں یاد رکھیں کہ سائل ہوں اور سائل کا حق ہوتا ہے۔

ہدیہ قربانی

سفیان بلند عفا اللہ عنہ

- فاضل جامعہ علوم اسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی
- مدرس و متخصص جامعہ دار الہدی گلستان جوہر کراچی
- رکن شریعہ کمیٹی حلال آگہی و تحقیقاتی کونسل (HARC)

۲ رمضان ۱۴۳۹ھ

۱۴ اگست ۲۰۱۸ء

بروز منگل

قربانی؛ روحانی ترقی کا ذریعہ

(عارف باللہ مرشدی حضرت واصف منظور صاحب نوراللہ مرقدہ کے زندگی کے آخری بیان سے ماخوذ قربانی سے متعلق اہم ہدایات کا خلاصہ)

● اپنے اکابر و مشائخ کو بھی ایصال ثواب کرتے رہنا چاہیے، اس سے روحانی ترقی ہوتی ہے، ہمارے بڑوں کا معمول ہے کہ وہ قربانی میں وہ اپنے سارے اکابر و مشائخ کی طرف سے اور صحابہ کرام، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم کی طرف سے قربانیاں کرتے ہیں، ایک دفعہ میں نے حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب مدظلہم کی قربانیوں کی فہرست دیکھی تو اس میں صحابہ کرام، ازواج مطہرات رضی اللہ عنہم اور اکابر میں سے حضرت رائے پوری اور حضرت تھانوی رحمہم اللہ اور کئی بزرگوں کے نام تھے۔

● میرا ذاتی تجربہ ہے کہ جو شخص قربانی میں خرچ کرتا ہے، اللہ تعالی اس کو مال میں برکت دیتے ہیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا قربانی کا معمول تھا اور حجۃ الوداع پر سو اونٹ قربان فرمائے، یہ امت کو سکھانے کے لئے ہے، ہم ایک بکرا کر کے مطمئن ہو جاتے ہیں، سارے زمانے پر خرچ کریں گے مگر قربانی میں جان ٹوٹتی ہے، دیکھیں گے کہ کہیں اجتماعی قربانی میں تین ہزار روپے کا حصہ مل جائے، یہ شمالی علاقہ جات میں تین ہزار کی قربانی ہو رہی ہے تو اس میں حصہ ڈالیں گے ...!! میرا اپنا ذاتی تجربہ ہے کہ جو قربانی میں وسعت اختیار کرتا ہے، وہ پھلتا پھولتا ہے، اللہ پاک نے اس میں برکت رکھی ہے، اللہ پاک کو ان دنوں میں خون بہانے سے زیادہ کوئی عمل پسند نہیں، قربانی تین دن ہے:

۱۰/۱۱/۱۲ ذی الحج

آدمی ہمت کرے اور قربانی کا گوشت استعمال کرے، ضائع نہ کرے، ہمارے ملک میں

اب بھی بعض علاقے ایسے ہیں جن کے ہاں شاید سال بھر میں گوشت پکتا نہ ہو۔

● کبھی خیال آیا کہ ایسی بستیوں میں جا کر ایک گائے ذبح کردیں؟

یہ آبادی ڈھونڈے کون؟

ہمیں تو کمانے سے فرصت نہیں؟

وہ تو جو دروازے پر آئے تو دیدیا! چور آئے، چمار آئے، عیسائی آئے تو دیکر خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم نے غرباء کو دیدیا!

آدمی دنیا کا کوئی بھی کام کرتا ہے تو پلاننگ سے کرتا ہے اور دین کا یہ کام بغیر پلاننگ کے؟

قربانی سے پہلے سوچیں کہ کہاں تقسیم کرنا ہے؟

دین کی روح کی پرواہی نہیں۔

● اب تو قربانی بھی فیشن بن چکا ہے، مویشی منڈی کا جو حشر ہو رہا ہے، اللہ معاف فرمائے، اب خریدنے نہیں جاتے بلکہ دیکھنے جاتے ہیں، منڈی کو ایسے سجاتے ہیں گویا ولیمہ ہو رہا ہو، جانور کی قیمت کا مقابلہ ہوتا ہے، اور جو مہنگا خرید کر لائے تو وہ اپنے گھر میں نمائش کرتا ہے، اخلاص تو پتہ نہیں کہاں لپیٹ کر رکھ دیا ہے، نیکی کو چھپا کے کیا جاتا ہے، دکھا کے نہیں، گلے میں رسی ڈال کر سارے محلے کو دکھاتے ہیں کہ دیکھو ہم نے ساڑھے پانچ لاکھ کی گائے لی ہے، روح نکلی جا رہی ہے، ایسی قربانی پر اللہ پاک کے ہاں کیا ملے گا؟

● قربانی مستحقین کے علاقے میں جا کر کریں، قربانی میں بھی بڑے فراڈ چل رہے ہیں، مخلص لوگ تلاش کریں، تلاش اور جستجو کا جذبہ ہی ختم ہو گیا ہے، قربانی کا بوجھ نہیں اتارنا بلکہ صحیح جگہ لگانا ہے، اس کے گوشت کو صحیح استعمال کرنا ہے، ایک آدمی کو چھ مہینے سے گوشت نہ ملا ہو اور ایک آدمی چھ مہینے تک ڈیپ فریز میں بھر کر رکھ دے؟

بقر عید سے پہلے نیا ڈیپ فریزر خریدتے ہیں!! میری درخواست ہے کہ قربانیوں کو بڑھائیں، مال تو خرچ ہو ہی رہا ہے۔

قربانی کے فضائل و مسائل

عیدالاضحی کی آمد آمد ہے، اللہ تعالی نے بقر عید کو مسلمانوں کی خوشی کا دن بھی بنایا اور عبادت کا بھی، اس دن کے لئے اپنے بندوں کو واضح احکامات بھی عطا کئے، اسی مناسبت سے چند فضائل و مسائل پیش خدمت ہیں، اللہ تعالی ہماری اس عبادت کو قبول فرمائے اور اس کی حقیقت بھی عطا فرمائے آمین۔

1- عشرہ ذی الحجہ کے فضائل

اللہ تعالی سورۃ الفجر میں ارشاد فرماتے ہیں: وَلَیَالٍ عَشْرٍ اور قسم ہے دس راتوں کی۔

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ، قتادہ، مجاہد، سدی، ضحاک، کلبی، ائمہ تفسیر رحمہم اللہ کے نزدیک اس سے ذی الحجہ کی ابتدائی دس راتیں مراد ہیں کیونکہ حدیث میں ان کی بڑی فضیلت آئی ہے، حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ عبادت کرنے کے لئے اللہ کے نزدیک سب دنوں میں عشرہ ذی الحجہ سب سے افضل ہے، اسکے ہر دن کا روزہ ایک سال کے روزوں کے برابر اور اس میں ہر رات کی عبادت شب قدر کے برابر ہے (ترمذی و ابن ماجہ بسند ضعیف عن ابی ہریرہ مظہری)

○ ابوالزبیر نے حضرت جابر سے نقل کیا ہے کہ خود حضور اکرم ﷺ نے والفجر ولیال عشر کی تفسیر میں فرمایا کہ اس سے مراد عشرہ ذی الحجہ ہے۔

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یہ دس راتیں وہ ہی ہیں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قصے میں آئی ہیں واتممنھا بعشر کیونکہ یہی دس راتیں سال کے ایام میں افضل ہیں۔

امام قرطبیؒ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث جابر رضی اللہ عنہ سے عشرہ ذی الحجہ کا افضل ایام ہونا معلوم ہوا اور حدیث ابن عباس رضی اللہ عنہ سے معلوم ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے بھی یہی دس راتیں ذی الحجہ کی مقرر کی گئی تھیں۔ (مستفاد از معارف القرآن)

● حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ دنوں میں کوئی دن نہیں ہے جس میں نیک عمل کرنا اللہ کے نزدیک ان دس دنوں (ذی الحجہ کے پہلے عشرہ) سے زیادہ محبوب ہو، صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! کیا (ان ایام کے علاوہ دوسرے دنوں میں) اللہ کی راہ میں جہاد کرنا بھی (ان دنوں کے نیک اعمال کے برابر) نہیں ہے؟ فرمایا ہاں! اس آدمی کا جہاد جو اپنی جان ومال کے ساتھ (اللہ کی راہ میں لڑنے) نکلا اور پھر واپس نہ ہوا (ان دنوں کے نیک اعمال سے بھی زیادہ افضل ہے)۔(بخاری)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ اگر جہاد ایسا ہو جس میں مال و جان سب اللہ کی راہ میں قربان ہو جائے اور جہاد کرنے والا مرتبہ شہادت پا جائے تو وہ جہاد البتہ اللہ کے نزدیک ان دس دنوں کے نیک اعمال سے بھی زیادہ محبوب ہے کیونکہ ثواب نفس کشی و مشقت کے بقدر ملتا ہے اور ظاہر ہے کہ اللہ کی راہ میں اپنی جان اور اپنا مال قربان کر دینے سے زیادہ نفس کشی اور مشقت کیا ہو سکتی ہے؟ چونکہ رمضان کے نیک اعمال کی بھی بہت زیادہ فضیلت و عظمت بیان کی گئی ہے، اس لئے ہو سکتا ہے کہ اس حدیث کی مراد یہ ہو کہ ان دنوں کے نیک اعمال ایام رمضان کے نیک اعمال کے علاوہ دوسرے دنوں کے نیک اعمال سے زیادہ محبوب ہیں یا رمضان کے نیک اعمال اس حیثیت سے سب سے زیادہ محبوب نہیں کہ ان دنوں میں فرض روزے رکھے جاتے ہیں اور بہت زیادہ برگزیدہ و مقدس ترین شب یعنی لیلۃ القدر بھی رمضان ہی میں آتی ہے اور ذی الحجہ کے پہلے عشرہ کے اعمال اس اعتبار سے سب سے زیادہ محبوب ہیں کہ بہت زیادہ برگزید اور باعظمت و فضیلت دن یعنی "عرفہ" انہیں دنوں میں آتا ہے اور افعال حج بھی انہیں ایام میں ہوتے ہیں۔

2- عشرہ ذی الحجہ کے روزے

● ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضور اکرم ﷺ کو عشرہ میں روزہ رکھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا۔(مسلم)

فائدہ: عشرہ سے مراد ذی الحجہ کا عشرہ اول یعنی یکم تاریخ سے دس تاریخ تک کا عرصہ مراد

ہے، اس حدیث سے بظاہر تو یہ مفہوم ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس عشرہ میں کبھی روزہ نہیں رکھا ہے جب کہ ایک روایت میں منقول ہے کہ اس عشرہ میں ہر دن (علاوہ دسویں تاریخ کے) یعنی پہلی تاریخ سے نویں تاریخ تک کے روزے کا ثواب ایک سال کے روزہ کے ثواب کے برابر ہے اور اس عشرہ کی ہر رات میں عبادت الٰہی کے لئے جاگنا شب قدر میں عبادت کے لئے جاگنے کے ثواب کے برابر ہے، لہٰذا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی مذکورہ بالا روایت کی مراد کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ یہاں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا نے اپنے علم کی نفی کی ہے کہ میں نے آپ ﷺ کو روزہ رکھتے ہوئے نہیں دیکھا ہے اور ظاہر ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا نہ دیکھنا اس بات کی دلیل نہیں کہ آپ ﷺ نے روزہ نہ رکھا ہو، ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس عشرہ میں روزہ رکھا ہو اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو اس کا علم نہ ہوا ہو یا پھر آخری درجہ میں یہ احتمال بھی ہو سکتا ہے کہ آپ ﷺ نے اس عشرہ کے روزے کا مذکورہ بالا ثواب تو بیان فرمایا مگر خود آپ ﷺ کو اس عشرہ میں روزہ رکھنے کا اتفاق نہ ہوا ہو۔ (مستفاد از مظاہر حق) اور یہ بھی ممکن ہے کہ امت پر فرض نہ ہو جائیں اس وجہ سے آپ نے قولی ترغیب دی اور عمل سے التزام نہیں فرمایا۔

3- عرفہ کا روزہ

- حضرت ابو قتادہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ عرفہ کے دن کا روزہ رکھنے سے ایک سال پہلے اور ایک سال بعد کے گناہ معاف فرما دے۔ (ترمذی)

- حضرت ام فضل بنت حارث رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ ایک مرتبہ عرفہ کے روز میرے سامنے کچھ لوگ حضور اکرم ﷺ کے روزہ کے بارہ میں بحث کرنے لگے، بعض لوگ تو کہہ رہے تھے کہ آپ ﷺ آج روزہ سے ہیں اور بعض لوگوں کا یہ کہنا تھا کہ آپ ﷺ آج روزہ سے نہیں ہیں، یہ دیکھ کر میں نے دودھ کا ایک پیالہ آپ ﷺ کے پاس بھیجا آپ اس وقت

میدان عرفات میں اپنے اونٹ پر کھڑے تھے چنانچہ آپ ﷺ نے وہ دودھ لے کر پی لیا۔ (متفق علیہ)

فائدہ: حضرت ام فضل رضی اللہ عنہا حضرت عباس رضی اللہ عنہ کی زوجہ محترمہ اور حضور اکرم ﷺ کی چچی سمجھ دار خاتون تھیں، انہوں نے ایسا طریقہ اختیار فرمایا کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ حضور اکرم ﷺ روزہ سے ہیں یا نہیں، کیونکہ بسا اوقات پوچھنے میں تکلیف ہوتی ہے، انہوں نے دودھ پیش کیا اور آپ ﷺ نے قبول فرما کر نوش فرمایا، چنانچہ اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ عرفہ کے دن روزہ رکھنا حج کرنے والے کے لئے تو مسنون نہیں ہے البتہ دوسرے لوگوں کے لئے مسنون ہے۔

امام ترمذی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انہوں نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حج کیا تو آپ ﷺ نے عرفہ کے دن روزہ نہیں رکھا، اسی طرح حضرات خلفائے ثلاثہ رضی اللہ عنہم سے بھی عرفہ کے دن حج میں روزہ نہ رکھنا منقول و مستحب ہے تاکہ حاجی دعاؤں وغیرہ کے وقت کمزوری محسوس نہ کرے، امام ترمذی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے کہ عام حالات میں علماء کے نزدیک یوم عرفہ کا روزہ مستحب ہے مگر حاجی کے لئے میدان عرفات میں نہ رکھنا بہتر ہے (یعنی جب میدان عرفات میں ہو تو مستحب نہیں)۔

- حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عرفات میں عرفہ کے دن روزہ رکھنے سے منع فرمایا۔ (ابوداؤد)

فائدہ: حج کرنے والا اگر عرفہ کے دن روزہ رکھے تو ہو سکتا ہے کہ اس کی وجہ سے ضعف لاحق ہو جائے جس کی بناء پر عرفات میں دوسرے افعال و ارکان میں نقصان و خلل واقع ہو اس لئے ایسے شخص کے لئے عرفہ کا روزہ رکھنے کی ممانعت فرمائی گئی لیکن یہ ممانعت تحریمی کے طور پر نہیں ہے بلکہ یہ نہی تنزیہی ہے۔ (مستفاد از مظاہر حق)

4-روزے کے لئے ممنوع ایام

● حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا دو دن یعنی دو موقعے ایسے ہیں جن میں روزہ جائز نہیں ہے، عید کے دن اور بقر عید کے چار دن (یعنی ذی الحجہ کی دسویں تاریخ سے تیرہویں تاریخ تک)۔ (متفق علیہ)

5- مسلمانوں کی دو عیدیں ہیں؛ عید الفطر اور عید الاضحی

● حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ جب مدینہ منورہ تشریف لائے تو اہل مدینہ نے دو دن مقرر کر رکھے تھے جن میں وہ لہو و لعب کرتے (اور خوشیاں مناتے) تھے، آپ ﷺ نے (یہ دیکھ کر) پوچھا کہ یہ دو دن کیسے ہیں؟ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے عرض کیا کہ ان دونوں دنوں میں ہم زمانہ جاہلیت میں کھیلا کودا کرتے تھے، آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے ان دونوں دنوں کے بدلے ان سے بہتر دو دن مقرر کر دیئے ہیں اور وہ عید الاضحی اور عید الفطر کے دن ہیں۔ (ابوداؤد)

فائدہ: زمانہ جاہلیت میں اہل مدینہ کے لئے دو دن مقرر تھے جن میں وہ لہو و لعب میں مشغول ہوتے تھے اور خوشیاں منایا کرتے تھے، ان میں سے ایک دن "نوروز" تھا اور دوسرا دن "مہرجان"..... نوروز کے دن آفتاب برج حمل میں جاتا ہے اور مہرجان کے دن برج میزان میں داخل ہوتا ہے، چونکہ ان دونوں دنوں میں آب و ہوا معتدل ہوتی ہے اور رات دن برابر ہوتے ہیں، اس لئے ان دنوں کو حکام نے خوشی منانے کی لئے مقرر کر لیا تھا چنانچہ وہی رسم لوگوں میں چلی آتی تھی، یہاں تک کہ جب اہل مدینہ حلقہ بگوش اسلام ہوئے تو شروع میں پرانی عادت کے مطابق ان دونوں میں پہلے زمانے کی طرح خوشی منایا کرتے تھے، حضور اکرم ﷺ نے جب ان دنوں کی حقیقت دریافت فرمائی تو وہ اس کی کوئی حقیقت بیان نہ کر سکے صرف اتنا بتا سکے کہ پرانے زمانے سے یہ طریقہ چلا آرہا ہے اور ان دنوں سے ہم اسی طرح خوشی مناتے چلے آتے ہیں، تب حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ان دنوں سے تمہیں اب کوئی سروکار نہیں ہونا چاہیے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ان دنوں سے بہتر تمہیں عیدین کے دو دن عنایت فرما دیئے ہیں، تم ان بابرکت دنوں میں

خوشی مناسکتے ہو، گویا اس طرح آپ ﷺ نے ایک طرف تو یہ اشارہ فرمایا کہ مسلمان کو چاہیے کہ وہ حقیقی عید اور خوشی عبادت کے دن منائے، لہٰذا اس حدیث میں عیدین کے دن لہو و لعب میں مشغول ہونے کی ممانعت ہے، دوسری طرف یہ اشارہ خفی ہے کہ عیدین میں بہت معمولی طریقے پر کھیل کود اور اس انداز اور اس طریقے سے خوشی منانا کہ جس میں حدود شریعت سے تجاوز اور فحاشی نہ ہو جائز ہے۔

یہ حدیث نہایت لطیف انداز میں یہ بتارہی ہے کہ غیر مسلموں کے تہوار کی تعظیم کرنا اور ان میں خوشی منانا، نیز ان کی رسموں کو اپنانا ممنوع ہے نیز یہ حدیث غیر مسلموں کی عید و تہوار میں شرکت و حاضری کی ممانعت کو بھی ظاہر کررہی ہے، بعض علماء نے تو اسے سخت جانا ہے کہ اس عمل پر کفر کا حکم لگایا ہے چنانچہ:

۱۔ ابو حفص کبیر حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ جو آدمی نوروز کی عظمت و توقیر کے پیش نظر اس دن مشرکوں کو تحفہ میں انڈا بھیجے (جیسا کہ اس روز مشرکین کا طریقہ ہے) تو وہ کافر ہو جاتا ہے اور اس کے تمام اعمال نابود ہو جاتے ہیں۔

۲۔ حضرت قاضی ابوالمحاسن ابن منصور حنفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کوئی اس دن وہ چیزیں خریدے جو دوسرے دنوں میں نہیں خریدتا ہے (جیسا کہ ہمارے یہاں دیوالی کے روز کھلیں اور مٹھائی بنے ہوئے کھلونے وغیرہ خریدے جاتے ہیں) یا اس دن کسی کو تحفہ بھیجتا ہے اور اس سے اس کا مقصد اس دن کی تعظیم ہو جیسا کہ مشرک اس دن کی تعظیم کرتے ہیں تو وہ آدمی کافر ہو جاتا ہے اور اگر کوئی آدمی محض اپنے استعمال اور فائدہ اٹھانے یا حسب عادت کسی کو ہدیہ بھیجنے کی نیت سے خریدتا ہے تو کافر نہیں ہوتا لیکن یہ بھی مکروہ ہے لیکن اس طرح کافروں کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے، اس لئے اس سے بھی احتراز کرنا چاہیے۔

اس طرح اگر کوئی آدمی عاشورہ کے دن خوشی مناتا ہے تو خوارج کے ساتھ مشابہت ہوتی ہے اور اگر اس دن غم و الم ظاہر کرنے والی چیزیں اختیار کرتا ہے تو روافض کے ساتھ مشابہت ہوتی

ہے، لہٰذا ان دونوں باتوں سے بچنا چاہیے۔

یہ بات بھی جان لیجئے کہ نوروز کی عظمت و توقیر کے سلسلہ میں روافض مجوسیوں کے ساتھ شریک ہوتے ہیں اور اس کا سبب یہ بیان کرتے ہیں کہ اسی دن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ شہید کئے گئے تھے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خلافت منعقد ہوئی تھی۔

6- غیروں کی رسومات سے اجتناب

○ جو آدمی ہولی اور دیوالی دیکھنے کے لئے بطور خاص نکلتا ہے، وہ حدودِ کفر سے قریب ہو جاتا ہے کیونکہ اسی میں اعلان کفر ہوتا ہے، لہٰذا ایسا آدمی گویا اپنے عمل سے فکر کی مدد کرتا ہے اسی پر نوروز دیکھنے کے لئے نکلنے کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ بعض مسلمان ایسا کرتے ہیں، یہ بھی موجب کفر ہے۔(فتاوی ذخیرہ)

○ ہمارے مشائخ اور علماء اس بات پر متفق ہیں کہ جس آدمی نے اہل کفار کے معتقدات و معاملات میں سے کسی چیز کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھا تو وہ حدود کفر میں داخل ہو جائے گا، اسی پر اس مسئلہ کو بھی قیاس کیا جاسکتا ہے کہ اگر کوئی آدمی کسی ایسے اہل ہوا و ہوس انسان مثلاً شریعت کی کھلم کھلا خلاف ورزی کرنے والے نام نہاد صوفیا کے کسی کلام یا کسی قول کے بارہ میں اچھا خیال رکھے اور یہ کہے کہ یہ کلام معنوی ہے یا یہ کہے کہ فلاں قول ایسا ہے جس کے معنی صحیح ہیں تو اگر حقیقت میں وہ کلام و قول کفر آمیز ہو تو اس کے بارہ میں اچھا عقیدہ رکھنے والا اور اسے صحیح کہنے والا بھی کافر ہو جاتا ہے۔(تجنیس)

○ جو آدمی غیر مسلموں کی رسومات کو اچھا جانے وہ کافر ہو جاتا ہے۔(نوادر الفتاوی)

جو آدمی کافروں کی رسومات ادا کرے مثلاً نئے مکان میں بیل اور گائے اور گھوڑے کو زرد و سرخ رنگ کرے یا بند ھن دار باندھے تو کافر ہو جاتا ہے۔(عمدۃ الاسلام)

ان تمام کا حاصل یہ کہ ان معتقدات و رسومات سے قطعاً احتراز کرنا چاہے جن سے اسلام اور شریعت کا دور کا بھی واسطہ نہ ہو بلکہ ان کی بنیاد خالص غیر اسلامی و غیر شرعی چیزوں پر ہے۔

7-قربانی کرنے والے کے لئے ہدایات

● حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا نقل فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ شروع ہو جائے تو تم میں سے جو آدمی قربانی کرنے کا ارادہ کرے وہ (اس وقت تک کہ قربانی نہ کرے) اپنے بال اور ناخن بالکل نہ کتروائے۔

ایک روایت میں ہے کہ نہ بال کٹوائے اور نہ ناخن کتروائے۔

ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ جو آدمی بقر عید کا چاند دیکھے اور وہ قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو تو وہ (قربانی کر لینے تک) اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائے۔ (صحیح مسلم)

فائدہ بقر عید کا چاند یعنی ذی الحجہ کا چاند دیکھنے لینے کے بعد قربانی کر لینے تک بال وغیرہ کٹوانے سے اس لئے منع فرمایا گیا ہے تاکہ احرام والوں کی مشابہت حاصل ہو جائے، لیکن یہ ممانعت تنزیہی ہے لہٰذا بال وغیرہ کا نہ کٹوانا مستحب ہے اور اس کے خلاف عمل کرنا ترک اولی ہے، جب کہ حضرت امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کے خلاف کرنا مکروہ ہے۔ (مستفاد از مظاہر حق)

فتاوی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ:

○ جس شخص کا قربانی کرنے ارادہ کا ہو، اُس کے لیے مستحب یہ ہے کہ ذی الحجہ کا چاند نظر آنے کے بعد سے قربانی کرنے تک اپنے بال اور ناخن نہ کٹوائے، حدیث میں اس کی ممانعت آئی ہے، لیکن احناف کے نزدیک یہ ممانعت مکروہ تنزیہی پر محمول ہے، یعنی کاٹنا خلاف اولی ہے اور اِس کا قربانی کی ادائیگی وعدم ادائیگی سے کوئی تعلق نہیں ہے، اگر کوئی شخص عشرہ ذی الحجہ میں بال یا ناخن کاٹ لے، تب بھی اُس کی قربانی بلا کراہت اداء ہو جائے گی۔

عن سلمة رضى الله عنها أن النبى صلى الله عليه وسلم قال: اذا دخلت العشر، وأراد أحدكم أن يضحي، فلا يمس من شعره و بشره شيئاً.... قال العثمانى التهانوى: نهى النبى صلى الله عليه وسلم من أراد التضحية عن قلم

الأظفار وقص الشعر في العشر الأول، والنهي محمول عندنا على خلاف الأولى لما روي عن عائشة رضى الله عنها أن النبي صلى الله عليه وسلم كان يبعث بهدية، ولا يحرم عليه شئ أحله الله له حتى ينحر هديه ....(اعلاء السنن:۱۷/۲٦۸-۲٦۴، مفصلاً، كتاب التضحية، باب ما يندب للمضحي في عشر ذي الحجة، ط: أشرفية، ديوبند، جواب نمبر 61768)

○ اگر مونچھ، ناخن کاٹے ہوئے چالیس دن یا اس سے زائد ہو گئے ہیں تو اس کو قربانی سے پہلے کاٹ لینا چاہیے ورنہ مستحب یہ ہے کہ قربانی ہونے تک نہ کاٹے، قربانی کے بعد کاٹے۔(جواب نمبر 56074)

8-قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے

● حضرت زید ابن ارقم رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے دریافت کیا کہ یارسول اللہ! یہ قربانی کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ تمہارے باپ ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے، انہوں نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! پھر اس میں ہمارے لئے کیا ثواب ہے؟ ارشاد فرمایا کہ (گائے اور بکری کی قربانی کرنے میں کہ جن کے بال ہوتے ہیں) ہر بال کے بدلہ ایک نیکی ہے (انہوں نے عرض کیا کہ "صوف" (یعنی دنبہ، بھیڑ اور اونٹ کی اون اور اس کے بدلہ میں کیا ثواب ملتا ہے؟) ارشاد فرمایا کہ اون کے ہر بال کے بدلے میں ایک نیکی۔(احمد، ابن ماجہ)

فائدہ: قربانی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا طریقہ ہے، پھر ہمارے نبی حضور اکرم ﷺ نے اس پر عمل فرمایا اور اس کا حکم دیا تو یہ ہمارے نبی ﷺ کا بھی طریقہ ہوا اور اس کی بجاآوری صاحب نصاب پر واجب ہے۔

9-قربانی کی شرعی حیثیت

قربانی ایک اہم عبادت اور شعائرِ اسلام میں سے ہے، زمانہ جاہلیت میں بھی اس کو عبادت

سمجھا جاتا تھا، مگر بتوں کے نام پر قربانی کرتے تھے، اسی طرح آج تک بھی دُوسرے مذاہب میں قربانی مذہبی رسم کے طور پر ادا کی جاتی ہے، مشرکین اور عیسائی بتوں کے نام پر یا مسیح کے نام پر قربانی کرتے ہیں، سورہ کوثر میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حکم دیا ہے کہ جس طرح نماز اللہ کے سوا کسی کی نہیں ہو سکتی، قربانی بھی اسی کے نام پر ہونی چاہئے، دُوسری ایک آیت میں اسی مفہوم کو دُوسرے عنوان سے بیان فرمایا ہے:

قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

تو کہہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے۔

10-قربانی کے فضائل

- حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے مدینہ منورہ میں دس سال قیام فرمایا اور (ہر سال قربانی) کرتے تھے۔(ترمذی)

فائدہ: یہ حدیث قربانی کے واجب ہونے کی یہ سب سے بڑی دلیل ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے اس عمل پر ہجرت کے بعد ہر سال مداومت فرمائی اور کسی سال ترک نہیں فرمائی، اس سے مواظبت ثابت ہوئی جس کا مطلب ہے لگاتار کرنا، اس طرح اس سے وجوب ثابت ہوا، پھر آپ ﷺ نے قربانی نہ کرنے پر وعید فرمائی، احادیث میں بہت سی وعیدیں مذکور ہیں، جیسے آپ ﷺ کا ارشاد کہ جو شخص قربانی نہ کرے وہ ہماری عید گاہ میں نہ آئے۔

حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ قربانی سے زیادہ کوئی دُوسرا عمل نہیں ہے، اِلَّا یہ کہ رشتہ داری کا پاس کیا جائے۔(طبرانی)

قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا بہت بڑا عمل ہے، حدیث میں ہے کہ قربانی کے دنوں میں قربانی سے زیادہ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کو محبوب نہیں، اور قربانی کرتے وقت خون کا جو قطرہ زمین پر گرتا ہے وہ گرنے سے پہلے اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبول ہو جاتا ہے۔(مشکوٰۃ شریف:۱۲۸)

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ابن آدم کا نحر (یعنی قربانی کے دن) ایسا کوئی عمل نہیں جو اللہ کے نزدیک خون بہانے (یعنی قربانی کرنے) سے زیادہ محبوب ہو اور (قربانی کا) وہ ذبح کیا ہوا جانور قیامت کے دن اپنے سینگوں اور بالوں اور کھروں کے ساتھ آئے گا اور قربانی کا خون قبل اس کے کہ زمین پر گرے (یعنی ذبح کرنے کے ارادہ کے وقت ہی) بارگاہ الٰہی میں قبول ہو جاتا ہے، لہٰذا تم اس کی وجہ سے (یعنی قربانی کر کے) اپنے نفس کو خوش کرو (ترمذی، ابن ماجہ)

فائدہ: زین العرب فرماتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ بقر عید کے دن سب سے افضل عبادت قربانی کے جانور کا خون بہانا ہے اور قربانی کا جانور قیامت کے روز اسی طرح آئے گا جس طرح کے دنیا میں قربانی سے پہلے بغیر کسی عیب کے تھا تا کہ وہ قربانی کرنے والے کے ہر ہر عضو کی طرف سے نعم البدل اور پل صراط پر اس کی سواری ہو۔

حدیث کے آخری الفاظ کا مطلب یہ ہے کہ جب تم نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری قربانی قبول کرتا ہے اور اس کے بدلہ میں تمہیں بہت زیادہ ثواب سے نوازتا ہے تو قربانی کرنے کی وجہ سے تمہارے اندر کسی قسم کی کوئی تنگی یا کراہت پیدا نہیں ہونی چاہیے بلکہ اس عظیم خوشخبری کی وجہ سے تمہارے نفس کو مطمئن اور تمہارے دل کو خوش ہونا چاہیے۔ (مستفاد از مظاہر حق و فتاوی یوسفی)

11-قربانی کس پر واجب ہے؟

○ قربانی ہر اس مسلمان عاقل، بالغ، مقیم پر واجب ہوتی ہے، جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کی قیمت کا مال اس کی حاجاتِ اَصلیہ سے زائد موجود ہو، یہ مال خواہ سونا چاندی یا اس کے زیورات ہوں، یا مالِ تجارت یا ضرورت سے زائد گھریلو سامان یا مسکونہ مکان سے زائد کوئی مکان، پلاٹ وغیرہ ہو، قربانی کے معاملے میں اس مال پر سال بھر گزرنا بھی شرط نہیں، بچہ اور مجنون کی ملک میں اگر اتنا مال ہو تو اس پر یا اس کی طرف سے اس کے ولی پر قربانی واجب نہیں، اسی

طرح جو شخص شرعی قاعدے کے موافق مسافر ہو اس پر بھی قربانی لازم نہیں، جس شخص پر قربانی لازم نہ تھی اگر اس نے قربانی کی نیت سے کوئی جانور خرید لیا تو اس پر قربانی واجب ہو گئی۔ (فتاوی یوسفی)

فتاوی دار الافتاء، دار العلوم دیوبند میں ہے کہ:

جس کے پاس زکوۃ کے نصاب کے بقدر ساڑھے سات (7.5) تولہ سونا یا ساڑھے باون (52.5) تولہ چاندی موجود ہو، یا دونوں ملکر 52.5 تولہ چاندی کے برابر ہو جائے یا 52.5 تولہ چاندی کی قیمت کے برابر نقد روپیہ یا مال تجارت یا گھریلو ساز وسامان جو روزمرہ استعمال میں نہ آتے ہوں ان سب کی قیمت ملا کر 52.5 تولہ چاندی کے برابر ہوتی ہے اور خاص عید الاضحی کے تینوں دنوں میں سے کسی دن اس کے پاس موجود ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے، اگر اولاد بالغ ہے اور مذکورہ نصاب قربانی اس کے پاس ہو تو اس پر بھی قربانی علیحدہ واجب ہو گی۔ (جواب: ۱۷۰۰۵)

12- صاحب نصاب مقیم حاجی پر بھی قربانی واجب ہے

دورانِ سفر حج عام طور پر حاجی سفر میں ہوتا ہے، اس لئے اس پر عید الاضحی کی قربانی واجب نہیں، البتہ اگر حاجی نے حجِ تمتع یا حجِ قران کا اِحرام باندھا ہے تو اس پر حج کی قربانی واجب ہو گی، یعنی اس شخص پر حج تمتع یا قران کی وجہ سے حج کی وجہ سے قربانی واجب ہے، اس کو دَمِ شکر کہتے ہیں، اسی طرح اگر حج و عمرہ میں کوئی غلطی ہوئی ہو تو اس کی وجہ سے بھی بعض صورتوں میں قربانی واجب ہو جاتی ہے، اس کو ''دَمِ جَبر'' کہتے ہیں، البتہ جہاں تک بقر عید کی عام قربانی کا تعلق ہے تو وہ دو شرطوں کے ساتھ واجب ہے، ایک یہ کہ آدمی مقیم ہو، مسافر نہ ہو، دوسرے یہ کہ حج کے ضروری اخراجات ادا کرنے کے بعد اس کے پاس قربانی کی گنجائش ہو، اگر مقیم نہیں تو قربانی واجب نہیں اور اگر حج کے ضروری اخراجات کے بعد قربانی کی گنجائش نہیں تب بھی اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

فتاوی دار الافتاء دار العلوم دیوبند میں ہے کہ:

اگر حج کرنے والا مقیم اور صاحب نصاب ہے تو عید کی قربانی بھی اس پر واجب ہے، البتہ اس قربانی میں اسکو اختیار ہے، خواہ منیٰ میں کردے یا اپنے وطن میں کرادے۔(جواب : ۱۹۷۷۲)

13-قربانی کے دن کے معمولات

● حضرت براء رضی اللہ عنہ نقل کرتے ہیں حضور اکرم ﷺ نے یوم النحر (بقر عید کے دن) ہمارے سامنے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ اس دن سب سے پہلا کام جو ہمیں کرنا چاہیے وہ یہ ہے کہ ہم (عید الاضحی کی) نماز پڑھیں پھر گھر واپس جائیں اور قربانی کریں، لہٰذا جس آدمی نے اس طرح عمل کیا(کہ قربانی سے پہلے نماز و خطبے سے فراغت حاصل کرلی) اس نے ہماری سنت کو اختیار کیا اور جس آدمی نے نماز سے پہلے قربانی کرلی وہ قربانی نہیں ہے بلکہ وہ گوشت والی بکری ہے جسے اس نے اپنے گھر والوں کے لئے جلدی ذبح کر لیا ہے۔(متفق علیہ)

● حضرت جندب بن عبد اللہ بجلی رضی اللہ تعالیٰ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جو آدمی (قربانی کا جانور) عید کی نماز سے پہلے ذبح کردے تو اسے چاہیے کہ وہ اس کے بدلے (قربانی کیلئے) دوسرا جانور ذبح کرے اور جو آدمی نماز پڑھنے تک ذبح نہ کرے تو اسے چاہیے کہ وہ نماز کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی کا جانور ذبح کردے (یہ قربانی درست ہوگی جس کا ثواب اسے ملے گا۔(متفق علیہ)

فائدہ: حدیث بالا میں قربانی کے دن کے معمولات کی ترتیب یہ ذکر کی گئی ہے کہ پہلے عید کی نماز ادا کی جائے کہ نماز سے پہلے قربانی کر لینے سے قربانی کا ثواب نہیں ملتا بلکہ اس کا شمار اس گوشت میں ہو جاتا ہے جو عام طور پر گھر والے کھاتے ہیں، اس سلسلہ میں مشروع یہ ہے کہ پہلے عید الاضحی کی نماز پڑھی جائے، پھر دوسرے نمبر پر اس کے بعد خطبہ پڑھا جائے اور سنا جائے پھر تیسرے نمبر پر قربانی کی جائے۔

14-قربانی کا وقت

حدیث بالا میں قربانی کا وقت پوری وضاحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے، اس لئے علماء کا اس بات پر اتفاق ہے کہ عیدالاضحی کے دن طلوع فجر سے پہلے قربانی جائز نہیں، البتہ طلوع فجر کے بعد قربانی کا وقت شروع ہونے کے سلسلے میں ائمہ کا اختلاف ہے، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک قربانی کا وقت شہر والوں کے لئے عیدالاضحی کی نماز کے بعد شروع ہوتا ہے اور دیہات والوں کے لئے طلوع فجر کے بعد ہی شروع ہو جاتا ہے، ان کے ہاں قربانی کا آخری وقت بارہویں تاریخ کے آخر تک رہتا ہے، جمہور علماء کا مسلک بھی یہی ہے جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ جب آفتاب بقدر نیزہ بلند ہو جائے اور اس کے بعد کم از کم دو رکعت نماز اور دو مختصر خطبے کی بقدر وقت گزر جائے تو قربانی کا وقت شروع ہوتا ہے، اس کے بعد قربانی کرنا جائز ہے خواہ بقر عید کی نماز ہو چکی ہو یا نہ ہوئی ہو، اس وقت سے پہلے قربانی جائز نہیں ہے خواہ قربانی کرنے والا شہر میں رہتا ہو یا دیہات کا رہنا والا ہو، حدیث بالا سے حنفیہ اور جمہور کے مسلک کی تائید ہوتی ہے۔ (مستفاد از مظاہر حق)

15-صاحب نصاب پر قربانی کا وجوب اور زکوۃ و قربانی کے نصاب میں دو اہم فرق

امام شافعی رحمہ اللہ کے ہاں قربانی واجب نہیں بلکہ سنت ہے جب کہ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک یہ ہے کہ ہر صاحب نصاب پر قربانی واجب ہے اگرچہ نصاب نامی نہ ہو۔ (مظاہر حق)

○ واضح رہے کہ زکوٰۃ بھی صاحبِ نصاب پر واجب ہے، اور قربانی بھی صاحبِ نصاب ہی پر واجب ہے، مگر دونوں کے درمیان دو وجہ سے فرق ہے:

1- زکوٰۃ کے واجب ہونے کے لئے شرط ہے کہ نصاب پر سال گزر گیا ہو، جب تک سال پورا نہیں ہوگا زکوٰۃ واجب نہیں ہوگی لیکن قربانی کے واجب ہونے کے لئے سال کا گزرنا کوئی شرط نہیں بلکہ اگر کوئی شخص عین قربانی کے دن صاحبِ نصاب ہو گیا تو اس پر قربانی واجب ہے،

جبکہ زکوۃ سال کے بعد واجب ہو گی۔

2-زکوۃ کے واجب ہونے کے لئے یہ بھی شرط ہے کہ نصاب "نامی" (بڑھنے والا) ہو، شریعت کی اصطلاح میں سونا، چاندی، نقد روپیہ، مالِ تجارت اور چرنے والے جانور "مالِ نامی" کہلاتے ہیں، اگر کسی کے پاس ان چیزوں میں سے کوئی چیز نصاب کے برابر ہو اور اس پر سال بھی گزر جائے تو اس پر زکوۃ واجب ہو گی، مگر قربانی کے لئے مال کا "نامی" ہونا بھی شرط نہیں، مثال کے طور پر کسی کے پاس اپنی زمین کا غلہ اس کی ضروریات سے زائد ہے اور زائد ضرورت کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہے، چونکہ یہ غلہ مالِ نامی نہیں اس لئے اس پر زکوۃ واجب نہیں، چاہے سال بھر پڑا رہے، لیکن اس پر قربانی واجب ہے۔

16-عورت اگر صاحبِ نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہے

عورت اگر خود صاحبِ نصاب ہو تو اس پر قربانی واجب ہے، ورنہ مرد کے ذمہ بیوی کی طرف سے قربانی کرنا ضروری نہیں، گنجائش ہو تو کر دے۔

17-بر سر روزگار صاحب نصاب اولاد پر قربانی واجب ہے چاہے ابھی ان کی شادی نہ ہوئی ہو!

اگر کوئی شخص اور اسکی اولاد (بیٹے اور بیٹیاں) سب بر سر روزگار اور صاحب نصاب ہیں تو ہر ایک کے ذمہ الگ الگ قربانی واجب ہے کیونکہ قربانی ہر عاقل بالغ مرد اور عورت پر مالکِ نصاب ہونے کی صورت میں واجب ہے، چاہے وہ شادی شدہ ہو یا غیر شادی شدہ۔

18-خانہ داری اور کاروبار میں مشترک ہونے کی صورت میں بالغ اولاد کی طرف سے قربانی

اگر کسی شخص کی اولاد اس کے ساتھ کاروبار اور خانہ داری میں مشترک ہے اور وہ شخص ہی اپنی اولاد کو خرچہ دیتا ہے تو اس کو چاہئے کہ اپنی اولاد کی طرف سے بھی قربانی کرے اور اگر ان اولاد کی بیویوں کے پاس زیورات اور نقدی وغیرہ اگر اتنی ہو کہ نصاب کی مقدار کو پہنچ جائے تو ان

کی طرف سے بھی قربانیاں کی جائینگی کہ گھر میں جتنے افراد صاحبِ نصاب ہوں گے ان پر قربانی واجب ہوتی ہے، اور اگر کمانے کے باوجود یہ گھرانہ مالک نصاب نہیں تو ان پر قربانی واجب نہیں ہو گی۔

19- مقروض پر قربانی

اگر کسی مقروض پر قرض ادا کرنے کے بعد اس کی ملکیت میں ساڑھے باون تولے چاندی کی مالیت حاجاتِ اَصلیہ سے زائد موجود ہو تو قربانی واجب ہے، ورنہ نہیں۔

20- صاحب نصاب پر گزشتہ سال کی قربانی ضروری ہے

اگر کسی کے ذمہ قربانی واجب ہے تو اس پر قربانی کرنا ہی ضروری ہے، اس کی رقم کسی مستحق کو دینا جائز نہیں اور اگر اس نے گزشتہ سالوں میں قربانی نہ کی ہو تو جتنے سالوں سے قربانی واجب تھی اور ادا نہیں کی تھی، ان سالوں کا حساب کر کے (ایک حصے کی قیمت جتنی بنتی ہے) وہ رقم ادا کرے، اور یہ رقم کسی فقیر پر صدقہ کرنا واجب ہے۔

یہ بات بھی واضح رہے کہ قربانی کے تین دنوں میں جانور کی قیمت صدقہ کر دینے سے یہ واجب ادا نہ ہو گا، ہمیشہ گناہ گار رہے گا، کیونکہ قربانی ایک مستقل عبادت ہے، جیسے نماز پڑھنے سے روزہ اور روزہ رکھنے سے نماز ادا نہیں ہوتی، زکوٰۃ ادا کرنے سے حج ادا نہیں ہوتا، ایسے ہی صدقہ خیرات کرنے سے قربانی ادا نہیں ہوتی، حضور اکرم ﷺ کے ارشادات و تعامل اور پھر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اجماع اس پر شاہد ہیں۔

21- نابالغ بچے پر قربانی

امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں نابالغ بچے کے مال پر نہ زکوٰۃ فرض ہے، نہ قربانی واجب ہے، اس لئے ولی کو ان کے مال سے زکوٰۃ اور قربانی کی اجازت نہیں، البتہ ان کے مال سے ان کی طرف سے صدقہ فطر ادا کرے، اور ان کی دیگر ضروریات پر خرچ کرے۔ (مستفاد از فتاوی یوسفی)

22-میت کی طرف سے قربانی

● حضرت حنش رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو دو دنبے قربانی کرتے ہوئے دیکھا تو پوچھا کہ یہ کیا ہے؟ یعنی جب ایک دنبہ کی قربانی کافی ہے تو دو دنبوں کی قربانی کیوں کرتے ہیں؟) انہوں نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے مجھے یہ وصیت فرمائی تھی کہ (ان کے وصال کے بعد) میں ان کی طرف سے قربانی کروں، لہٰذا میں ان کی طرف سے قربانی کرتا ہوں۔ (ابوداؤد، ترمذی)

فائدہ: اس سلسلہ میں دونوں ہی احتمال ہیں یا تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اپنی قربانی کے علاوہ دو دنبے حضور اکرم ﷺ کی طرف سے قربان کرتے ہوں گے جیسا کہ حضور اکرم ﷺ اپنی زندگی میں دو دنبوں کی قربانی کرتے تھے یا پھر یہ کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ایک دنبہ کی قربانی تو اپنی طرف سے کرتے ہوں گے اور ایک دنبہ کی حضور اکرم ﷺ کی طرف سے اور بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کا یہ ہمیشہ کا معمول تھا کہ وہ آپ ﷺ کی طرف سے ہر سال قربانی کرتے تھے۔

یہ حدیث اس بات پر بھی دلالت کرتی ہے کہ میت کی طرف سے قربانی کرنا جائز ہے اگرچہ بعض علماء نے اسے جائز نہیں کہا ہے، ابن مبارک رحمہ اللہ کا قول یہ ہے کہ میں اسے پسند کرتا ہوں کہ میت کی طرف سے اللہ کی راہ میں خرچ کیا جائے، اس کی طرف سے قربانی نہ کی جائے، ہاں! اگر میت کی طرف سے قربانی کی ہی جائے تو اس کا گوشت بالکل نہ کھایا جائے بلکہ سب کا سب اللہ کے نام پر تقسیم کر دیا جائے۔ (مظاہر حق)

23-مرحوم کی قربانی کے لئے اپنی قربانی ضروری ہے؟

لوگوں میں مشہور ہے کہ اگر اپنے کسی مرحوم عزیز کے نام سے قربانی کرنا چاہیں تو پہلے اپنے نام سے قربانی کریں پھر اس کی طرف سے قربانی کریں حالانکہ مسئلہ یہ ہے کہ اگر کسی کے ذمہ قربانی واجب ہے تو اس کو اپنی طرف سے کرنا ضروری اور لازم ہے، پھر اگر بعد میں گنجائش ہو تو

مرحوم عزیز کی طرف سے بھی کر دے، تاہم اگر کسی کے ذمہ قربانی واجب نہیں ہو تب بھی وہ اپنے مرحوم عزیز کی طرف سے قربانی کر سکتا ہے، چاہے اپنی طرف سے قربانی نہ کرے۔

○ وفات یافتہ حضرات کی طرف سے کئی قربانیاں کر سکتے ہیں اور گوشت کی تقسیم کا بھی کوئی الگ طریقہ نہیں، بس فوت شدہ آدمی کی طرف سے قربانی کی نیت کر لینا کافی ہے۔

24- حضور اکرم ﷺ اور بزرگان دین کی طرف سے قربانی کرنا

اگر کسی کے پاس گنجائش ہو تو حضور اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور دیگر بزرگان دین کی طرف سے ضرور قربانی کرے کہ یہ بہت ہی مبارک عمل ہے، ان سب کو اس کا ثواب اِن شاءاللہ پہنچے گا۔

○ حضور اکرم ﷺ کے نام سے قربانی کرنا بلاشبہ جائز اور درست ہے، بلکہ حصول سعادت کا ذریعہ ہے، شامی میں ہے:

وختم ابن السراج عنه صلى الله عليه وسلم أكثر من عشرة آلاف ختمه، وضحى عنه مثل ذلک، وقول علمائنا له أن يجعل ثواب عمله لغيره يدخل فيه النبي صلى الله عليه وسلم فإنه أحق بذلک

مرحومین کے نام سے بھی قربانی کی جاسکتی ہے، یہ سلسلہ امت میں بلا کسی اختلاف کے جاری ہے، اور اس کا ثواب ان تک پہنچتا ہے، زندہ لوگوں کے نام سے بھی کوئی دوسرا شخص عمرہ کر سکتا ہے، ایصالِ ثواب زندہ اور مردہ ہر ایک کے لیے درست ہے۔ (جواب: ٤٩٢٩١ دار الافتاء دار العلوم دیوبند)

25- ایک غلط فہمی کا ازالہ

جس شخص پر قربانی واجب ہو اس کا اپنی طرف سے قربانی کرنا لازم ہے، اگر گنجائش ہو تو اپنے مرحوم والدین اور دیگر اعزہ و اقارب وغیرہ کی طرف سے الگ قربانی کر لے اور اگر خود صاحبِ نصاب نہیں اور قربانی اس پر واجب نہیں تو اختیار ہے کہ خواہ اپنی طرف سے کرے یا

والدین کی طرف سے، اگر میاں بیوی دونوں صاحبِ حیثیت ہوں تو دونوں کے ذمہ الگ الگ قربانی واجب ہے، اسی طرح اگر باپ بھی صاحبِ نصاب ہو اور اس کے بیٹے بھی برسرِ روزگار اور صاحبِ نصاب ہیں تو ہر ایک کے ذمہ الگ الگ قربانی واجب ہے، تاہم بہت سے گھروں میں یہ دستور ہے کہ قربانی کے موقع پر گھرانے کے بہت سے افراد کے صاحبِ نصاب ہونے کے باوجود ایک قربانی کر لیتے ہیں، کبھی شوہر کی نیت سے، کبھی بیوی کی طرف سے اور کبھی مرحومین کی طرف سے، یہ دستور غلط ہے، بلکہ جتنے افراد مالک نصاب ہوں ان سب پر قربانی واجب ہو گی۔

26-مرحومین کی طرف سے کی گئی قربانی کس کی طرف سے ہو گی؟

میت کی طرف سے قربانی کی جا سکتی ہے، اوپر حدیث میں گزرا کہ حضور اکرم ﷺ نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو وصیت فرمائی تھی کہ ان کی طرف سے قربانی کیا کریں، چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آپ کی طرف سے قربانی کیا کرتے تھے، مرحوم کی طرف سے قربانی کی جائے تو قربانی کا ثواب اس مرحوم کے لئے ہو گا اور ملکیت ذبح کرنے والے کی ہو گی اور جس طرح اپنی قربانی کے گوشت کے تین حصے کئے جاتے ہیں یعنی ایک حصہ اپنے لئے، ایک حصہ دوست واحباب کے لئے اور ایک حصہ غرباء کے لئے، اسی طرح اس کے بھی تین حصے کئے جائیں گے:

من ضحّٰی عن المیت --- والأجر للمیت، والملک للذابح البتہ اگر میت نے خود قربانی کی وصیت کی ہو تو پھر ضروری ہے کہ قربانی کرنے والا خود اس میں سے نہ کھائے:

والمختار أنه ضحّٰی بأمر المیت لا یأکل وإلا یأکل (ردالمحتار:۹/۴۷۲)

(مستفاد از فتاوی یوسفی و کتاب الفتاوی جلد ۴)

27-عید گاہ میں قربانی کرنا

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالی عنہ راوایت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ عید گاہ میں ذبح اور نحر کرتے تھے۔ (بخاری)

فائدہ: بکری، دنبہ بھیڑ، گائے بھینس اور اونٹ، یہ جانور خواہ نر ہوں یا مادہ، ان کے علاوہ دوسرے جانور کی قربانی جائز نہیں، اونٹ کے علاوہ بقیہ جانوروں کے حلال کرنے کو "ذبح" کہتے ہیں اور اونٹ کے حلال کرنے کو "نحر" کہتے ہیں، نحر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے سینہ میں نیزہ مارا جاتا ہے جس سے وہ گر پڑتا ہے، اگرچہ اونٹ کو ذبح کرنا بھی جائز ہے لیکن نحر کرنا افضل ہے۔

28- نماز عید سے قبل کھانا اور نہ کھانا

● حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ عید کے دن بغیر کچھ کھائے پیئے عید گاہ تشریف نہیں لے جاتے تھے اور بقر عید کے دن بغیر نماز پڑھے کچھ نہیں کھاتے پیتے تھے۔ (ترمذی، ابن ماجہ، دارمی)

فائدہ: بقر عید کے روز آپ ﷺ غرباء و مساکین کا ساتھ دینے اور ان کی دلجوئی کی خاطر بقر عید کی نماز کے بعد ہی کچھ تناول فرماتے تھے کیونکہ غرباء و مساکین کو تو کچھ کھانا پینا اسی وقت نصیب ہوتا تھا جب قربانی ہو جاتی اور اس کا گوشت ان لوگوں میں تقسیم ہو جاتا، اس لئے آپ ﷺ ان کی وجہ سے خود بھی کھانے پینے میں تاخیر فرماتے تھے۔ (مظاہر حق)

29- کس عمر کے جانور کی قربانی جائز ہے؟

● حضرت جابر رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ تم (قربانی میں صرف) مسنہ جانور ذبح کرو، ہاں اگر مسنہ نہ پاؤ تو پھر دنبہ بھیڑ کا جزعہ ذبح کر لو۔ (مسلم)

فائدہ: "مسنہ" یا "جزعہ" کسی خاص جانور کا نام نہیں ہے بلکہ یہ ایک اصطلاح ہے جو قربانی کے جانور کی عمر کے سلسلہ میں مستعمل ہوتی ہے، چنانچہ حنفی مسلک کے مطابق اس کی تفصیل یہ ہے کہ:

اونٹوں میں وہ اونٹ مسنہ کہلاتا ہے جو پورے پانچ سال کی عمر کا ہو اور چھٹے برس میں

داخل ہو چکا ہو۔

گائے، بھینس اور بیل میں مسنہ وہ کہلاتا ہے جو پورے دو سال کی عمر کا ہو تیسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

بھیڑ اور دنبہ میں مسنہ وہ ہے جو اپنی عمر کو پورا ایک سال گزار کر دوسرے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

لہٰذا ان جانوروں میں قربانی کے لئے جانور کا مسنہ ہونا ضروری ہے، ہاں! دنبہ اور بھیڑ کا اگر جزعہ بھی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

"جزعہ" بھیڑ یا دنبہ کا وہ بچہ کہلاتا ہے جس کی عمر ایک برس سے تو کم ہو مگر چھ مہینہ سے زیادہ ہو۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "جزعہ" کی قربانی اس صورت میں جائز ہو گی جب کہ وہ اتنا فربہ ہو کہ اگر اسے "مسنہ" کے ساتھ کھڑا کر دیا جائے تو دور سے دیکھنے والا اسے بھی مسنہ گمان کرے، اگر وہ فربہ نہ ہو بلکہ چھوٹا ہو اور دبلا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

بظاہر حدیث سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ اگر "مسنہ" نہ ملے یا اس کی قیمت میسر نہ ہو تو "جزعہ" کی قربانی درست ہے ورنہ بصورت دیگر اس کی قربانی درست نہیں ہو گی بلکہ فقہاء لکھتے ہیں کہ یہ استحباب پر محمول ہے یعنی مستحب تو یہی ہے کہ اگر "مسنہ" مل جائے اور اس کے خریدنے کی استطاعت ہو تو "جزعہ" کی قربانی نہ کرے، ویسے اگر "مسنہ" ہوتے ہوئے بھی کوئی "جزعہ" کی قربانی کرے گا تو درست ہو گئی۔

● قبیلہ بنی سیلم کے ایک فرد حضرت مجاشع رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جذعہ (یعنی وہ دنبہ یا بھیڑ جس کی عمر چھ مہینے سے زیادہ ہو) کافی ہے اس بچے سے کہ کفایت کرے اس کو "ثنی"۔ (ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ)

فائدہ: مطلب یہ ہے کہ جس طرح کہ اس بکری کی قربانی جائز ہے جو ایک سال سے زیادہ

کی ہو، اسی طرح "جزعہ" کی قربانی بھی جائز ہے۔

"ثنی" بھی ایک اصطلاحی لفظ ہے جو قربانی کے جانور کی عمر کے سلسلہ میں استعمال کیا جاتا ہے، چنانچہ بکری میں "ثنی" وہ بکری کہلاتی ہے جو ایک سال پورا کر کے دوسرے سال میں داخل ہو چکی ہو، بیل اور گائے میں "ثنی" وہ ہے جو دو سال کر کے تیسرے سال میں ہو، اونٹ میں "ثنی" وہ ہے جو پانچ سال پورے کرنے کے بعد چھٹے سال میں داخل ہو چکا ہو۔

30- بکری کے بچہ کی قربانی

● حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے انہیں بکریوں کا ایک ریوڑ دیا تاکہ وہ اسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں قربانی کے لئے تقسیم کر دیں چنانچہ (انہوں نے تقسیم کر دیا) تقسیم کے بعد بکری کا ایک بچہ باقی رہ گیا اور انہوں نے اس کے بارہ میں حضور اکرم ﷺ سے ذکر کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی قربانی تم کر لو..... ایک اور روایت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! مجھے دنبہ کا ایک بچہ ملا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کی قربانی کر لو۔ (متفق علیہ)

فائدہ: "عتود" بکری کے اس بچہ کو کہتے ہیں جو موٹا تازہ ہو اور ایک سال کی عمر کا ہو، لہٰذا اس حدیث سے معلوم ہوا کہ بکری کے ایک سال کے بچہ کی قربانی جائز ہے چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا یہی مسلک ہے۔

بعض حضرات فرماتے ہیں کہ "عتود" بکری کے اس بچے کو کہتے ہیں جو چھ مہینہ سے زیادہ کا ہو، اس صورت میں حدیث بالا کا حکم صرف حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ کے ساتھ مخصوص ہوگا، دوسروں کے لئے "عتود" کی قربانی جائز نہیں ہوگی۔ (مظاہر حق)

31- جانور کی عمر اصل ہے جبکہ دانت بطور علامت ہے

○ بکرا پورے ایک سال کا ہونا ضروری ہے، اگر ایک دن بھی کم ہوگا تو قربانی نہیں ہوگی، دو دانت ہونا اس کی علامت ہے، بھیڑ اور دُنبہ اگر عمر میں سال سے کم ہے لیکن اتنا موٹا تازہ

ہے کہ سال بھر کا معلوم ہوتا ہے تو اس کی قربانی جائز ہے۔

○ بھیڑ، بکرا، دُنبہ، ایک ہی شخص کی طرف سے قربان کیا جاسکتا ہے، گائے، بیل، بھینس، اُونٹ سات آدمیوں کی طرف سے ایک کافی ہے، بشرطیکہ سب کی نیت ثواب کی ہو، کسی کی نیت محض گوشت کھانے کی نہ ہو۔

○ بکرا، بکری ایک سال کا پورا ہونا ضروری ہے، بھیڑ اور دُنبہ اگر اتنا فربہ اور تیار ہو کہ دیکھنے میں سال بھر کا معلوم ہو تو وہ بھی جائز ہے، گائے، بیل، بھینس کا دو سال ہونا اور اُونٹ کا پانچ سال کا ہونا ضروری ہے، ان عمروں سے کم کے جانور قربانی کے لئے کافی نہیں، اگر جانوروں کا فروخت کرنے والا پوری عمر بتاتا ہے اور ظاہری حالات سے اس کے بیان کی تکذیب نہیں ہوتی تو اس پر اعتماد کرنا جائز ہے۔ (فتاوی یوسفی)

32- بھینس کی قربانی کا حکم

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيْمَةِ الْأَنْعَامِ (سورۃ الحج: ۳٤)

ترجمہ: ہم نے ہر امت کے لئے قربانی مقرر کی تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے ان کو عطاء فرمائے۔

اس آیت میں قربانی کے لیے "بَهِيْمَةِ الْأَنْعَام" مقرر کیے گئے ہیں، ان "بَهِيْمَة الْأَنْعَامِ" کی وضاحت خود قرآن مجید میں سورۃ الانعام (۱٤۲/۱٤۳/۱٤٤) میں موجود ہے۔

یعنی "بَهِيْمَة الْأَنْعَامِ" آٹھ جانور ہیں؛ دو بھیڑوں سے، دو بکریوں میں، دو اونٹوں سے اور دو گائیوں میں سے۔

اس آیت کے تحت امام ابن ابی حاتم الرازی (م ۳۲۷ھ) ایک روایت نقل کرتے ہیں:

عَنْ أَبِي جَعْفَرٍ مُحَمَّدِ بْنِ عَلِيٍّ: أَنَّ رَجُلا سَأَلَ عَلِيًّا عَنِ الْهَدْيِ مِمَّا هُوَ

فَقَالَ: مِنَ الثَّمَانِيَةِ الأَزْوَاجِ. فَكَأَنَّ الرَّجُلَ شَكَّ. قَالَ عَلِيٌّ: تَقْرَأُ الْقُرْآنَ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ: فَسَمِعْتَ اللَّهَ يَقُولُ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الأَنْعَامِ قَالَ وَسَمِعْتَهُ يَقُولُ لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الأَنْعَامِ... وَمِنَ الأَنْعَامِ حَمُولَةً وَفَرْشًا قَالَ: فَسَمِعْتَهُ يَقُولُ: مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الإِبِلِ اثْنَيْنِ.(تفسیر ابن ابی حاتم الرزای ٥/٩٤)

حضرت ابو جعفر محمد بن علی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے قربانی کے جانوروں کے متعلق سوال کیا کہ یہ کون سے جانور ہیں؟ آپ رضی اللہ عنہ نے جواب دیا کہ قربانی کا جانور آٹھ جانوروں میں سے ہوتا ہے مگر اس آدمی کو کچھ شک ہوا تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا تم قرآن پڑھتے ہو؟ اس نے کہا کہ جی ہاں! آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ کیا آپ نے اللہ کا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوْا أَوْفُوا بِالْعُقُودِ أُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيمَةُ الأَنْعَامِ" (اے ایمان والو! معاہدوں کو پورا کرو، تمہارے لئے وہ چوپائے حلال کر دیے گئے ہیں جو مویشیوں میں داخل ہوں) اور کیا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "لِيَذْكُرُوا اسْمَ اللهِ عَلٰى مَا رَزَقَهُمْ مِنْ بَهِيمَةِ الأَنْعَامِ" (تاکہ وہ چوپائیوں کے مخصوص جانوروں پر اللہ کا نام لیں جو اللہ نے عطاء فرمائے) اور کیا یہ ارشاد نہیں سنا کہ "وَمِنَ الأَنْعَامِ حَمُولَةً وَّفَرْشًا" (اللہ تعالیٰ نے چوپائیوں میں سے بوجھ اٹھانے والے (یعنی اونٹ، بیل) بھی پیدا کیے ہیں اور زمین پر لگے ہوئے (یعنی بکری، دنبہ، بھیڑ وغیرہ) اور یہ ارشاد نہیں سنا کہ "مِنَ الضَّأْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الإِبِلِ اثْنَيْنِ" (دو صنفیں یعنی نر اور مادہ بھیڑوں کی نسل سے، دو صنفیں گائے کی نسل سے، دو بکروں کی نسل سے، دو اونٹوں کی نسل سے)

فائدہ:

قربانی کے جانوروں میں بھینس بھی داخل ہے کیونکہ یہ بھی گائے کی ایک قسم ہے، لہذا بھینس کی قربانی بھی جائز ہے۔ فتاویٰ عالمگیریہ میں ہے:

وَالْجَامُوسُ نَوْعٌ من الْبَقَرِ.(فتاویٰ عالمگیریہ ٥/٣٦٧ الباب الخامس)

ترجمہ: بھینس گائے کی قسم میں سے ہے۔

١-لغت: اَلْجَامُوْسُ ضَرْبٌ مِّنْ كِبَا رِ الْبَقَرِ.(المنجد ١٠١)

ترجمہ: بھینس بڑی گائے کی ایک قسم ہے۔

٢-حضرت حسن بصری رحمہ اللہ(م ١١٠ھ)فرماتے:

اَلْجَا مُوْسُ بِمَنْزِلَةِ الْبَقَرِ.(مصنف ابن ابی شیبہ ٧/٦٥ رقم:١٠٨٤٨)

ترجمہ: بھینس گائے کے درجہ میں ہے۔

٣-امام سفیان ثوری رحمہ اللہ(م ١٦١ھ)فرماتے ہیں:

تُحْسَبُ الْجَوَامِيْسُ مَعَ الْبَقَرِ. (مصنف عبدالرزاق ٤/٢٣ رقم الحدیث:٦٨٨١)

ترجمہ: بھینسوں کو گائے کے ساتھ شمار کیا جائے گا۔

٤-امام مالک بن انس مدنی رحمہ اللہ(م ١٧٩ھ)فرماتے ہیں:

اِنَّمَا هِيَ بَقَرٌ كُلُّهَا.(موطا امام مالک ٢٩٤، باب ماجاء فی صدقة البقر)

ترجمہ: یہ بھینس گائے ہی ہے(یعنی گائے کے حکم میں ہے)

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اَلْجَوَامِيْسُ وَالْبَقَرُ سَوَاءٌ.(کتاب الاموال لابن عبید ٢/٣٥٨، رقم:٨١٢)

ترجمہ: گائے اور بھینس برابر ہیں(یعنی ایک قسم کی ہیں)۔

٥-اجماع امت ہے جیسا کہ علامہ ابن المنذر لکھتے ہیں:

وَاَجْمَعُوْا علىٰ اَنَّ حُكْمَ الْجَوَامِيْسِ حُكْمُ الْبَقَرِ.(کتاب الاجماع لابن المنذر ٣٧)

ترجمہ: ائمہ حضرات کا اس بات پر اجماع ہے کہ بھینس کا حکم گائے والا ہے۔

٦-مولانا نعیم الحق ملتانی (اہل حدیث عالم) نے کتاب "بھینس کی قربانی کا تحقیقی جائزہ" لکھی ہے، اس میں بھینس کی قربانی کو جائز کہا ہے اور دلائل کے انکار کو جہالت قرار دیا ہے۔

٧- حضرت شیخ محمد یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب نوادر الفقہ میں لکھا ہے کہ:

احادیث سے اونٹ، گائے، بکرے اور دنبہ کے علاوہ جانوروں کی قربانی ثابت نہیں ہے۔

فی الهداية : ولم ينفل عن النبى ﷺ ولا الصحابة التضحية بغير الابل والبقر والغنم؛ انتهى! اما التضحية بالابل ففى مسلم فى حديث جابر الطويل، واماالبقر ففى حديث عائشة وجابر فى الصحيحين واما الغنم ففى حديث انس فى الصحيحين رضى الله عنهم

لیکن جاموس یعنی بھینس، گائے ہی کی ایک قسم ہے، اسے ہندی میں بھینس اور فارسی میں گاہ میش اور عربی میں جاموس کہتے ہیں۔

وقدصرح بذلک الفقهاء وغيرهم قال النووى فى شرح المهذب (٨/٣٩٣) شرط المجزى فى الاضحية ان يكون من الانعام وهى الابل والبقر والغنم وسواء فى ذلک جميع انواع الابل من البخاتى والعراب والدربانية وجميع انواع الغنم من الضان والمعز وانواعها اھ والله اعلم

علامہ ابوالولید ابن رشد بدایۃ المجتھد (١/٢٥٣) میں لکھتے ہیں:

اجمع العلماء على جواز الضحايا من جميع بهيمة الانعام

اور بھینس کا بہائم انعام سے ہونا اظہر من الشمس ہے اور اس کی قربانی کے جواز کے قائل صرف حنفیہ ہی نہیں بلکہ شافعیہ بھی ہیں بلکہ جمیع امت کا یہی مذہب ہے {كما علم ذلک من كلام ابن رشد وقاله ابن المنذر فيما حكاه صاحب المغنى (٢/٥٩٤) : والجواميس

صنف من البقر بالاجماع اھ}

امام نووی رحمہ اللہ کی شرح مسلم کی اس عبارت (۲/۱۵۵) اجمع العلماء علی انہ لا تجزی التضحیۃ بغیر الابل والبقر الا ماحکاہ ابن المنذر عن الحسن بن صالح انہ قال یجوز التضحیۃ ببقر الوحشی عن سبعۃ وبالظنی عن واحد وبہ قال داؤد فی بقرۃ الوحشی؛ انتھی سے حیوانات وحشیہ کی نفی مقصود ہے۔

وقال النووی فی شرح المھذب (۸/۳۹) نقل جماعۃ اجماع العلماء ان التضیحۃ لاتصح الا بالابل والبقروالغنم، فلا یجزئ شئ من الحیوان غیر ذالک وحکی ابن المنذر عن الحسن بن صالح انہ یجوز ان یضحی ببقر الوحشی عن سبعۃ وبالظنی عن واحد وبہ قال داؤد فی بقرۃ الوحش؛ انتھی

اس عبارت کا بھی حاصل وہی ہے کہ حیوانات وحشیہ کی نفی کرنا مقصود ہے خود امام نووی رحمہ اللہ تصریح فرما چکے ہیں کہ بقر میں جاموس بھی داخل ہے۔

33-قربانی کے جانور کے عیوب اور ان کے احکام

۱۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا ہے کہ ہم (قربانی کے جانور کے) آنکھ اور کان کو خوب اچھی طرح دیکھ لیں (کہ کوئی ایسا عیب اور نقصان نہ ہو جس کی وجہ سے قربانی درست نہ ہو اور یہ حکم بھی دیا ہے کہ) ہم اس جانور کی قربانی نہ کریں جس کا کان اگلی طرف سے یا پچھلی طرف سے کٹا ہوا ہو، اور نہ اس جانور کی جس کی لمبائی پر چرے ہوئے اور گولائی میں پھٹے ہوئے ہوں۔ (ترمذی، ابوداؤد، نسائی، دارمی و ابن ماجہ وَانْتَهَتْ رِوَايَةُ ابن ماجه اِلَى قَوْلِهٖ وَالاذُنَ)

۲۔ایک دوسری روایت میں نقل کرتے ہیں کہ ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے منع فرمایا ہے کہ ہم ایسے جانور کی قربانی کریں جس کے سینگ ٹوٹے ہوئے اور کان کٹے ہوئے ہوں۔ (ابن ماجہ)

۳۔ حضرت قتادہ رحمہ اللہ ابن کلیب رحمہ اللہ سے نقل کرتے ہیں کہ میں نے حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے عضبائے قرن واذن کی قربانی سے منع فرمایا ہے، قتادہ فرماتے ہیں کہ میں نے حضرت سعید بن المسیب رحمہ اللہ سے پوچھا کہ یہ عضبائے اذن کیا ہے؟ تو انہوں نے فرمایا کہ جس کا کان آدھا یا آدھے سے زیادہ کٹا ہوا ہو۔(طحاوی)

٤۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ سے پوچھا گیا کہ کیسے جانور قربانی کے لائق نہیں؟ تو آپ ﷺ نے ہاتھ کی انگلیوں سے اشارہ کرتے ہوئے فرمایا کہ چار طرح کے جانور قربانی کی قابل نہیں ہیں:

۱)۔لنگڑا جس کا لنگڑا پن ظاہر ہو یعنی جو چل نہ سکے۔

۲)۔کانا جس کا کانا پن ظاہر ہو یعنی آنکھ سے بالکل دکھائی نہ دیتا ہو یا تہائی یا تہائی سے زیادہ روشنی جاتی رہی ہو۔

۳)۔بیمار جس کی بیماری ظاہر ہو یعنی جو بیماری کی وجہ سے گھاس نہ کھا سکے۔

٤)۔ایسا دبلا کہ جس کی ہڈیوں میں گودا نہ ہو۔(مالک،احمد،ترمذی)

ان روایات کی روشنی میں فقہائے کرام نے جانور کے عیوب کے بارے میں یہ تفصیل بیان کی ہے کہ:

سینگ

○ جس جانور کے پیدائشی سینگ نہ ہوں یا بعد میں ٹوٹ گئے ہوں تو اس کی قربانی جائز ہے، ہاں! اگر بالکل جڑ سے ٹوٹ گئے ہوں تو جائز نہیں۔

○ اگر سینگ تھے مگر ٹوٹ گئے تو صرف اُوپر سے خول اُترا ہے، اندر کا گودا باقی ہے تو قربانی دُرست ہے، اگر جڑ ہی سے نکل گئے ہوں تو اس کی قربانی کرنا دُرست نہیں۔

مغز

○ایسے جانور کی قربانی درست نہیں جس میں مغز نہ رہا ہو۔

○نہ ایسے جانور کی جو صرف نجاست خور ہو۔

کان

○ جس جانور کے چھوٹے چھوٹے کان ہوں اس کی قربانی جائز ہے اور اگر ایک یا دونوں کان پیدائشی نہ ہوں یا ایک کان پورا کٹا ہوا ہو تو جائز نہیں ہے۔

○ جس جانور کے دونوں کان تھوڑے تھوڑے کٹے ہوئے ہوں یا کان میں کئی سوراخ ہوں جو جمع کرنے سے تہائی سے زیادہ ہو جاتے ہوں تو احتیاط یہ ہے کہ اس جانور کی قربانی نہ کرے، اسی طرح کان تہائی سے زیادہ کٹا ہو تو قربانی ناجائز ہے۔

البتہ جس جانور کا کان لمبائی میں یا اس کے منہ کی طرف سے پھٹ جائے اور لٹکا ہوا ہو یا پیچھے کی طرف پھٹا ہو تو اس کی قربانی جائز ہے اگرچہ بہتر نہیں۔

آنکھ

○ جو جانور اندھا ہو یا اس کی ایک آنکھ کی بینائی تہائی سے زیادہ جاتی رہے تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر آنکھ کی نگاہ ترچھی ہو تو قربانی جائز ہے۔

○کانے جانور کی قربانی ناجائز ہے۔

ناک

○ جس جانور کی ناک کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔

دانت

○ جس جانور کے دانت بالکل نہ ہوں اس کی قربانی ناجائز ہے اور اگر اس قدر باقی ہیں کہ گھاس وغیرہ چر سکتا ہے تو جائز ہے۔

○اگر جانور کے دانت گھس گھس کر مسوڑھوں سے جا ملے لیکن گھاس کھانے پر قادر ہے تو قربانی جائز ہے اور اگر قادر نہیں تو جائز نہیں۔

زبان

○ جس جانور کی زبان تہائی سے زیادہ کٹی ہوئی ہو اس کی قربانی جائز نہیں اسی طرح ایسے کٹی ہوئی زبان والے جانور کی قربانی درست نہیں جو چارہ گھاس نہ کھا سکے۔

دم

○ جس جانور کی دم تہائی سے زیادہ کٹی ہو تو اس کی قربانی ناجائز ہے، البتہ دنبہ کی چکتی کے نیچے ایک چھوٹی سی دم رہتی ہے، اگر یہ ٹوٹ جائے یا پوری دم کٹی ہوئی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے کیونکہ دنبے کی دم کا اعتبار نہیں۔

پاؤں

○ جس جانور کا پاؤں کٹا ہوا ہو اس کی قربانی جائز نہیں۔

○ جو جانور ایسا لنگڑا ہو کہ فقط تین پاؤں سے چلتا ہو، چوتھا پاؤں زمین پر نہیں رکھ سکتا یا رکھ سکتا ہے مگر اس کے بل چل نہیں سکتا تو اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر چوتھا پاؤں ٹیک کر چل سکتا ہے تو جائز ہے۔

دبلا اور کمزور

○ ایسے دُبلے کمزور جانور کی قربانی ناجائز ہے جس کی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو، اگر اتنا کمزور نہ ہو تو جائز ہے۔

رسولی والا جانور

○ جس جانور کے رسولی ہو تو اس کی قربانی جائز ہے۔

مجنون جانور

○ مجنون جانور اگر چل پھر کر چر سکے تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر اتنا کمزور ہو کہ جنون (باؤلے پن) کی وجہ سے کھا پی نہ سکتا ہو تو اس کی قربانی درست نہیں۔

خارشی جانور

○ جس جانور کو خارش (کھجلی) ہو مگر اتنا موٹا ہو کہ خارش کا اثر گوشت تک نہ پہنچے تو اس کی قربانی جائز ہے اور اگر خارش اور بیماری کا اثر گوشت تک پہنچ گیا یا بیماری کی وجہ سے اتنا کمزور ہو گیا کہ ان کی ہڈی میں گودا نہ رہا ہو تو اس قربانی جائز نہیں ہے۔

بال کاٹنا

○ جس جانور کے بال کاٹ لئے گئے ہوں تو اس کی قربانی درست ہے، البتہ جانور خریدنے کے بعد بال کاٹنا جائز نہیں، اگر کسی نے ایسا کر لیا تو اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

جنسی بیماریاں

○ مخنث جانور کی قربانی جائز نہیں۔

○ جس جانور کا آلۂ تناسل کٹا ہوا ہو اور جماع کرنے سے عاجز ہو اس کی قربانی ناجائز ہے۔

○ خصّی جانور کی قربانی درست ہے بلکہ افضل ہے، اسی طرح بانجھ جانور کی قربانی بھی درست ہے کیونکہ اس پر کوئی ممانعت وارد نہیں ہوئی۔

زیادہ عمر والا ایسا جانور

○ جو جانور زیادہ عمر ہونے کی وجہ سے بچہ دینے کے قابل نہیں ہے یا جس کو کھانسی ہو تو ان کی قربانی جائز ہے۔

تھن کٹا ہوا ہو یا تھن خشک ہو جائے

○ جس جانور کے تھن بالکل کٹے ہوئے ہوں یا ایک تھن تہائی سے زیادہ کٹا ہوا ہو، اس کی قربانی جائز نہیں اور اگر بیماری کی وجہ سے بھیڑ، بکری کا ایک تھن یا گائے، بھینس اور اُونٹنی کے دو تھن سوکھ گئے ہوں تو قربانی جائز نہیں البتہ اگر گائے، بھینس اور اُونٹنی کا ایک تھن سوکھ جائے تو قربانی درست ہے۔

حاملہ جانور

○ حاملہ جانور کی قربانی جائز ہے البتہ جان بوجھ کر قریب الولادۃ جانور کو ذبح کرنا مکروہ

ہے، اگر ذبح کے بعد بچہ زندہ نکلے تو اس کو ذبح کر کے کھالیا جائے اور اگر مردہ نکلے تو اس کا کھانا حرام ہے۔

○ اگر اس بچے کو ایام قربانی میں ذبح نہ کیا تو اس کو زندہ صدقہ کر دیا جائے اور اگر ایام قربانی کے بعد ذبح کیا تو اس کی قیمت صدقہ کر دی جائے۔

داغ دیا ہوا جانور

○ داغ دیئے ہوئے جانور کی قربانی جائز ہے کیونکہ داغ صحت کے لئے دیا جاتا ہے اور اس سے گوشت پر اثر نہیں پڑتا البتہ بے داغ جانور کی قربانی افضل ہے۔

34- جانور کا عیب سے خالی ہونا افضل ہے

○ مستحب یہ ہے کہ قربانی کے جانور میں جائز عیبوں میں سے بھی کوئی عیب نہ ہو۔

35- جانور خریدنے کے بعد عیب دار ہو گیا تو!

○ اگر قربانی کے جانور کو خریدنے کے بعد کوئی ایسا عیب لگ گیا کہ جس سے قربانی نہیں ہو سکتی تو قربانی کرنے والا اگر غنی ہے جس پر قربانی واجب ہے تو دوسرا جانور خرید کر قربانی کرے اور اگر غریب ہے تو اسی کو ذبح کر دے۔

○ اگر خریدتے وقت وہ جانور عیب دار تھا تو غریب کے لیے اسی حالت میں اس کی قربانی جائز ہے اور امیر کے لیے اس وقت جائز ہے جب کہ اس کا عیب جاتا رہا ہو مثلاً پہلے بہت کمزور اور لاغر تھا بعد میں موٹا ہو گیا ہو۔

36- جانور ذبح کے وقت عیب دار ہو جائے تو!

○ جانور پہلے تو صحیح سالم تھا مگر ذبح کرتے وقت جب اس کو لٹایا تو اس کی وجہ سے اس میں کچھ عیب پیدا ہو گیا تو اس کا کچھ حرج نہیں، اس کی قربانی دُرست ہے۔

(مستفاد از مظاہر حق، فتاوی یوسفی، قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا)

37- خصی جانور کی قربانی افضل بھی ہے، سنت بھی!

● حضرت جابر رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے عید قربان کے دن دو دنبے جو سینگ دار ابلق اور خصی تھے، ذبح فرمائے۔

(احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ، دارمی)

فائدہ: خصی سے مراد وہ ہے جس کے بیضے کوٹ کر اس کی شہوت ختم کردی جاتی ہے، اس کی قربانی میں کوئی مضائقہ نہیں ہے کہ ایسا خصی جانور فربہ ہوتا ہے اور اس کا گوشت لذیذ ہوتا ہے۔

فتاوی ہندیہ (۵/۲۹۹) میں ہے کہ: "كل عيب يزيل المنفعة على الكمال أو الجمال على الكمال يمنع الأضحية وما لا يكون بهذه الصفة لا يمنع" یعنی قربانی میں عیوب کی بابت ایک اہم ضابطہ یہ ہے کہ جانور میں ہر ایسا عیب جس سے کسی قسم کی منفعت یا ظاہری جمال بالکل ختم ہو جائے تو وہ عیب قربانی سے مانع ہے اور جو عیب ایسا نہ ہو اس میں حرج نہیں ہے، اب وہ عیب خواہ پیدائشی ہو یا بعد میں پیدا ہوا ہو، اگر وہ عیب شرعاً قربانی سے مانع ہے تو اس جانور کی قربانی اور عقیقہ صحیح نہیں ہے چنانچہ بکرے کا خصی ہونا عیب نہیں یہی وجہ ہے کہ اس کی قیمت دوسرے بکرے کی نسبت زیادہ ہوتی ہے، یہ فربہ جانور بھی ہوتا ہے اور اس کا گوشت لذیذ بھی ہوتا ہے، اس لئے خصی بکرے کی قربانی بلاشبہ جائز ہے۔

یہ بات متعدد احادیث سے ثابت ہے جن کو حضرت جابر رضی اللہ عنہ (ابوداؤد) حضرت عائشہ و حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما (ابن ماجہ) اور حضرت رافع و حضرت ابوالدرداء رضی اللہ عنہما (مسند احمد) نے نقل کیا ہے جن کی بناپر تمام ائمہ کرام اور فقہاء عظام اس پر متفق ہیں کہ خصی جانور کی قربانی دُرست ہے، حافظ موفق الدین ابنِ قدامہ المقدسی الحنبلی (متوفی ۶۳۰ھ) "المغنی" میں لکھتے ہیں:

"ويجزى الخصى لأن النبى صلى الله عليه وسلم ضحى بكبشين موجوئين .... ولأن الخصاء ذهاب عضو غير مستطاب يطيب اللحم بذهابه ويكثر

و یسمن، قال الشعبی: ما زاد فی لحمه وشحمه أكثر مما ذهب منه، وبهٰذا قال الحسن وعطاء والشعبی والنخعی ومالک والشافعی وأبو ثور وأصحاب الرأی ولا نعلم فیه مخالفًا۔"(المغنی مع الشرح الکبیر ۱۱/۱۰۲)

یعنی خصی جانور کی قربانی جائز ہے، کیونکہ حضور اکرم ﷺ نے خصی مینڈھوں کی قربانی کی تھی اور جانور کے خصی ہونے سے ناپسندیدہ عضو جاتا رہتا ہے، جس کی وجہ سے گوشت عمدہ ہو جاتا ہے اور جانور موٹا اور فربہ ہو جاتا ہے۔

امام شعبی رحمہ اللہ فرماتے کہ خصی جانور کا جو عضو جاتا رہا، اس سے زیادہ اس کے گوشت اور چربی میں اضافہ ہو گیا، امام حسن بصری، عطاء، شعبی، مالک، شافعی، ابو ثور رحمہم اللہ اور اصحاب الرائے بھی اسی کے قائل ہیں، اور اس مسئلے پر ہمیں کسی مخالف کا علم نہیں۔

جب حضور اکرم ﷺ سے خصی جانور کی قربانی ثابت ہے اور تمام ائمہ دین اس پر متفق ہیں اور اس پر کسی کا اس میں اختلاف نہیں تو معلوم ہوا کہ حلال جانور کا خصی کرنا بھی جائز ہے، جہاں تک ان احادیث کا تعلق ہے جس میں جانور کو خصی کرنے سے منع کیا گیا ہے، وہ ان جانوروں کے بارے میں ہے جن کا گوشت نہیں کھایا جاتا اور جن کی قربانی نہیں کی جاتی کہ ان کے خصی کرنے میں کوئی منفعت نہیں۔(مستفاد از فتاوی یوسفی)

فتاوی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند میں ہے کہ

خصی جانور کی قربانی کرنا نہ صرف جائز بلکہ افضل و بہتر ہے، حضور اکرم ﷺ سے خصی جانور کی قربانی کرنا ثابت ہے جیسا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے کہ ذبح النبی صلی اللہ علیه وسلم یوم الذبح کبشین أملحین موجوئین(مشکوۃ)

وفی الهدایة : ویجوز أن یضحی بالجماء والخصي لأن لحمها أطیب

خصی جانور نہ ہونے پر مادہ جانور کی قربانی افضل ہے، افضیلت حاصل کرنے کے لئے قربانی کے موقع پر جانور کو خصی نہ کرنا چاہیئے کیونکہ خصی جانور کی قربانی افضل و بہتر اس لئے ہے کہ

وہ فربہ اور اس کا گوشت عمدہ ہوتا ہے اور یہ دونوں چیزیں اس وقت حاصل ہو سکتی ہیں جب کہ جانور کو پہلے سے ہی خصی کر دیا جائے، بعض لوگوں کا خصی کرنے کو جانور پر مطلقا ظلم قرار دینا درست نہیں کیونکہ جانور پر خصی کرنا اس وقت ظلم ہو گا جب کہ عمل خصاء سے مقصد لہو ولعب ہو کہ اس کو فقہاء نے اس کو ناجائز لکھا ہے، لیکن اگر جانور کو خصی کرنے سے مقصد منفعت ہو تو یہ جائز ہے اور جب حضور اکرم ﷺ کے عمل سے خصی جانور کی قربانی کرنا ثابت ہو گیا تو اب ایک مؤمن کو اس میں کیا تردد ہونا چاہیے۔ (ملخص از جواب: ٤٢٧٢٧)

38-قربانی کے لئے افضل جانور

قربانی کے جانوروں کے لئے بہتر اور مستحب یہ ہے کہ موٹے تازے ہوں، خوبصورت ہوں، اطیب اللحم ہوں اور کوئی ایسا عیب نہ ہو جس سے جانور دیکھنے میں برے معلوم ہوں، تاہم بڑے جانور میں مطلقا مادہ جانور افضل ہے اور چھوٹے جانور میں خصی جانور افضل ہے، اگر خصی نہ ہو تو مادہ ہی افضل ہے، نیز چھوٹے جانور کی قربانی بڑے جانور کے ساتویں حصے سے افضل ہے جبکہ چھوٹا جانور موٹا تازہ اور اچھا ہو۔ (فتاوی دار العلوم زکریا ٦/٣٥٥)

39-قربانی کے بڑے جانور (گائے اور اونٹ) میں صرف سات افراد شرکت کی اجازت ہے

١۔ حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم نے حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حدیبیہ والے سال سات آدمیوں کی طرف سے ایک اونٹ نحر کیا اور سات آدمیوں کی طرف سے ایک گائے بھی ذبح کی۔ (مسلم)

٢۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ قربانی کے لئے ایک گائے یا ایک اونٹ صرف سات آدمیوں کی طرف سے کافی ہے۔ (ابوداؤد)

۳۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم ایک سفر میں حضور اکرم ﷺ کے ساتھ تھے کہ عید قربان آگئی، چنانچہ گائے کی قربانی میں ہم سات آدمی اور اونٹ کی قربانی میں دس آدمی شریک ہوئے (ترمذی، نسائی، ابن ماجہ)

فائدہ: پوری امت کا اس پر اتفاق ہے کہ ایک گائے یا ایک اونٹ میں صرف سات آدمی شریک ہو سکتے ہیں، سات سے زیادہ نہیں، چنانچہ جمہور امت کا اسی پر فتوی ہے، صرف امام اسحق ابن راہویہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس تیسری روایتِ ترمذی کی بناء پر اونٹ میں دس آدمیوں کی قربانی ہو سکتی ہے تاہم جمہور امت نے روایتِ مسلم و ابوداؤد کی روشنی میں اس کو منسوخ قرار دیا ہے جس میں یہ صراحت ہے کہ جس طرح گائے کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے درست ہے، اسی طرح اونٹ کی قربانی بھی سات آدمیوں کی طرف سے کی جاسکتی ہے۔

قربانی میں حصہ داری کے اہم مسائل

○ گائے، بھینس، اُونٹ میں اگر سات آدمی شریک ہو کر قربانی کریں تو بھی دُرست ہے، مگر ضروری ہے کہ کسی کا حصہ ساتویں حصے سے کم نہ ہو، اور یہ بھی شرط ہے کہ سب کی نیت قربانی یا عقیقہ کی ہو، صرف گوشت کھانے کے لئے حصہ رکھنا مقصود نہ ہو، اگر ایک آدمی کی بھی نیت صحیح نہ ہوئی تو کسی کی بھی قربانی صحیح نہ ہو گی۔

○ کسی نے قربانی کے لئے گائے خریدی اور خریدتے وقت یہ نیت تھی کہ دُوسرے لوگوں کو بھی اس میں شریک کرلیں گے، اور بعد میں دُوسروں کا حصہ رکھ لیا تو یہ دُرست ہے لیکن اگر گائے خریدتے وقت دُوسرے لوگوں کو شریک کرنے کی نیت نہیں تھی بلکہ پوری گائے اپنی طرف سے قربانی کرنے کی نیت تھی، مگر اب دُوسروں کو بھی شریک کرنا چاہتا ہے، تو یہ دیکھیں گے کہ آیا اس شخص کے ذمہ قربانی واجب ہے یا نہیں؟ اگر

واجب ہے تو دُوسروں کو بھی شریک کر تو سکتا ہے مگر بہتر نہیں، اور اگر اس کے ذمہ قربانی واجب نہیں تھی تو دُوسروں کو شریک کرنا دُرست نہیں۔

پوری گائے میں دو حصے دار!

○ ایک گائے میں دو یا تین حصے دار بھی قربانی کر سکتے ہیں، لیکن یہ ضروری ہے کہ ان میں سے کسی بھی شریک کا حصہ ۱/۷ (ساتویں حصے) سے کم نہ ہو، یعنی حصے پورے ہونے چاہئیں، مثلاً ایک کے تین، دُوسرے کے چار، یا ایک کا ایک، دُوسرے کے چھ۔

○ بڑے جانور میں صرف سات افراد شرکت کر سکتے ہیں، البتہ اگر کسی جانور میں سات افراد نہ ہوں بلکہ کم ہوں تب بھی قربانی جائز ہے کیونکہ سات افراد یہ زیادہ سے زیادہ حد ہے، اس سے کم افراد بھی کر سکتے ہیں: "کما فی الدر المختار علی ہامش الرد (۹/ ۴۵۷) وتجزئ عما دون سبعة بالأولى"

40- جانور کی قربانی کے بعد حصے تبدیل کرنا جائز نہیں!

○ بعض لوگ عیدالاضحی میں مل کر ایک گائے میں حصے رکھ لیتے ہیں اور جب گائے کو ذبح کر دیا جائے تو اس کے بعد کسی ایسے فرد کو شریک کرتے ہیں جس کا اس گائے میں پہلے سے کوئی حصہ نہ تھا یا کوئی یہ کہتا کہ میں حصہ نہیں رکھنا چاہتا، لہٰذا میری جگہ آپ اپنے حصے رکھ لیں، تو ایسی صورت میں واضح رہے کہ قربانی کا جانور ذبح ہو جانے کے بعد حصہ تبدیل نہیں ہو سکتا، البتہ قربانی صحیح ہو گئی، جس کے چند حصے تھے، اس کی طرف سے اتنے حصوں کی قربانی ہو گئی۔

41- ایک گائے میں زندہ اور مرحوم لوگوں کے حصہ شامل کرنا!

○ اگر ایک گائے میں چار زندہ اور تین مرحوم لوگ ہوں تو یہ قربانی بھی جائز ہے۔

حصہ داروں میں گوشت کی تقسیم کی صورت

○ جس جانور میں کئی حصہ دار ہوں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کیا جائے، اندازہ سے تقسیم نہ کیا جائے، افضل ہے کہ قربانی کا گوشت تین حصے کر کے ایک حصہ اپنے اہل و عیال کے لئے رکھا جائے، ایک حصہ احباب واعزہ میں تقسیم کرے، ایک حصہ فقراء و مساکین میں تقسیم کرے اور جس شخص کے عیال زیادہ ہوں وہ تمام گوشت خود بھی رکھ سکتا ہے، البتہ قربانی کا گوشت فروخت کرنا حرام ہے، ذبح کرنے والے کی اُجرت میں گوشت یا کھال دینا جائز نہیں، اُجرت علیحدہ سے دینی لازم ہے۔(مستفاد از فتاوی یوسفی)

42- بڑے جانور میں گھر کے بالغ ونابالغ افراد میں سے صرف سات افراد شریک ہو سکتے ہیں

○ اگر بڑے جانور جس میں سات حصے کی قربانی ہے، اس میں شوہر، بیوی، نابالغ بچے کی نیت سے قربانی کی جائے تو درست ہے، بشرطیکہ حصے سات سے زائد نہ ہوں، واضح رہے کہ اگر بیوی صاحب نصاب ہے تو اس کی طرف سے قربانی کرنے کے لیے اس کی اجازت ضروری ہے، یہ حکم بڑے جانور کا ہے، چھوٹے جانور جیسے بکری، بھیڑ، دنبہ وغیرہ میں ایک حصہ سے زائد کی قربانی درست نہیں۔

○ پانچ حصے قربانی اور دو حصے عقیقے کی نیت سے بڑے جانور میں کر لیے جائیں تو درست ہے، فتاوی ہندیہ فتاوی شامی وغیرہ میں صراحت ہے۔(دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند)

43- حج کی قربانی میں حصہ لینا بھی جائز ہے

○ بقرعید کی قربانی میں ایک بکرے کی جگہ بڑے جانور میں حصہ لینا کافی ہے، اسی طرح حج کی قربانی میں بھی اونٹ اور گائے میں ساتواں حصہ لے لینا کافی ہے، چنانچہ مسلم میں

حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے حجۃ الوداع میں قربانی کی بابت منقول ہے کہ": خَرَجْنَا مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُهِلِّينَ بِالْحَجِّ فَأَمَرَنَا رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ نَشْتَرِكَ فِي الْإِبِلِ وَالْبَقَرِ كُلُّ سَبْعَةٍ مِنَّا فِي بَدَنَةٍ"کہ ہم حضور اکرم ﷺ کے ساتھ حجۃ الوداع کا احرام باندھے ہوئے تلبیہ کہتے ہوئے نکلے، حضور اکرم ﷺ نے ہمیں حکم فرمایا کہ ہم اونٹ اور گائے کی قربانیوں میں سات سات آدمی شریک ہو جائیں۔(باب جواز الاشتراک فی الھدی) اسی لئے فقہاء کرام نے بھی صراحت کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے، علامہ نسفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ:" وإذا رمى يوم النحر ذبح شاة أو بدنة أو سبعها"(البحر الرائق: ۳۵۹/۲)

اوپر بھی حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کی روایت گزری ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ" البقرة عن سبعة والجزور عن سبعة "(ابو داؤد، حدیث نمبر: ۲۸۰۸) کہ گائے کی قربانی سات آدمیوں کی طرف سے ہو سکتی ہے اور اونٹ کی قربانی بھی سات آدمیوں کی طرف سے۔(مستفاد از کتاب الفتاوی)

44-فربہ جانور کی قربانی کرنا مستحب ہے

- حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ ایسے سینگ دار فربہ دنبہ کی قربانی کرتے تھے جو سیاہی میں دیکھتا تھا یعنی اس کی آنکھوں کے گرد سیاہی تھی، سیاہی میں کھاتا تھا، اس کا منہ سیاہ تھا اور سیاہی میں چلتا تھا یعنی اس کے پاؤں بھی سیاہ تھے۔(ترمذی، ابو داؤد، نسائی، ابن ماجہ)

فائدہ: علماء لکھتے ہیں کہ ایسے جانور کی قربانی کرنا جو بہت فربہ اور موٹا ہو مستحب ہے، چنانچہ ایک فربہ بکری کی قربانی دو دبلی اور کمزور بکریوں کی قربانی سے افضل ہے، ایسے ہی زیادہ گوشت والی بکری کی قربانی کم گوشت والی بکری کی قربانی سے افضل ہے بشرطیکہ

گوشت خراب نہ ہو یعنی زیادہ گوشت والی بکری کا گوشت خراب ہو تو پھر اس کی قربانی افضل نہیں ہے۔(مظاہر حق)

45- غریب آدمی پر قربانی واجب نہیں البتہ اگر اس نے جانور خرید لیا تو!

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم دیا گیا ہے کہ میں بقر عید کے دن کو عید قرار دوں اور اللہ تعالیٰ نے اس دن کو اس امت کے لئے عید مقرر فرمایا ہے، ایک آدمی نے عرض کیا کہ یارسول اللہ! مجھے یہ بتایئے کہ اگر مجھے مادہ منیحہ کے علاوہ اور (جانور) میسر نہ ہو تو کیا میں اسی کو قربانی کرلوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں! ہاں تم اپنے بال بنوالو اپنے ناخن ترشوالو، لبوں کے بال کتروالو اور زیر ناف کے بال صاف کر لو، اللہ کے نزدیک تمہاری یہی قربانی ہو جائے گی یعنی تمہیں قربانی کی مانند ثواب مل جائے گا۔(ابوداؤد، نسائی)

فائدہ: "منیحہ" منح سے مشتق ہے جس کے معنی "عطاء و بخشش" کے ہیں، اہل عرب کی یہ عادت تھی کہ وہ ازراہِ ہمدردی واحسان اپنی کوئی دودھ والی اونٹنی محتاجوں کو دے دیا کرتے تھے تاکہ وہ اس کے دودھ، اون اور اس کے بچوں سے اپنی ضرورت واحتیاج کے وقت تک فائدہ اٹھائے اور جب ان کی ضرورت وحاجت پوری ہو جائے تو اسے واپس کردیں، چنانچہ ان صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے پاس اسی قسم کا کوئی جانور تھا جو انہیں کسی نے ضرورت وحاجت کے پیش نظر دیا تھا، انہوں نے بقر عید میں اسی جانور کی قربانی کی اجازت چاہی تو حضور اکرم ﷺ نے منع فرمادیا کیونکہ اول تو قاعدہ کے مطابق اپنی ضرورت کے بعد وہ جانور انہیں اصل مالک کو واپس کرنا تھا، دوسرے اس جانور کے علاوہ ان کے پاس ایسا اور کوئی ذریعہ نہیں تھا جس سے وہ اپنی ضروریات پوری کرتے، لہٰذا حدیث کے ظاہری مفہوم سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ قربانی تنگ دست و غریب پر واجب ہے۔

جمہور علماء کا قول یہ ہے کہ تنگدست کے لئے قربانی کرنا مستحب ہے، مگر حضرت امام

اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ قربانی صرف اس آدمی پر واجب ہے جو نصاب کا مالک ہو۔

اہم ضابطہ

غریب آدمی کا قربانی کے دنوں میں قربانی کی نیت سے جانور خریدنا عرفاً منت ہے بخلاف مالدار کے۔

درمختار میں ہے:

(وَفَقِيرٌ.... شَرَاها لَها) لِوُجُوبِها عَلَيْه بِذَلِکَ حَتَّى يَمْتَنِعَ عَلَيْه بَيْعُها وفي الشامي قوله: (لِوُجُوبِها عَلَيْهِ بِذَلِکَ) أَيْ بِالشِّرَاءِ. وَهَذَا ظَاہِرُ الرِّوَايَةِ لِأَنَّ شِرَاءَهُ لَهَا يَجْرِي مَجْرَى الْإِيجَابِ وَهوَ النَّذْرُ بِالتَّضْحِيَةِ عُرْفًا كَمَا فِي الْبَدَائِعِ. وَوَقَعَ فِي التَّتَارْخَانِيَّة التَّعْبِيرُ بِقَوْلِهِ شَرَاهَا لَهَا أَيَّامَ النَّحْرِ، وَظَاہِرُهُ أَنَّهُ لَوْ شَرَاها لَها قَبْلَهَا لَا تَجِبُ وَلَمْ أَرَهُ صَرِيحًا فَلْيُرَاجَعْ (در مع الرد: ٩/ ٤٦٤،٤٦٥ زكريا) أَنَّ الشِّرَاءَ لِلْأُضْحِيَّةِ مِمَّنْ لَا أُضْحِيَّةَ عَلَيْه يَجْرِي مَجْرَى الْإِيجَابِ وَهوَ النَّذْرُ بِالتَّضْحِيَةِ عُرْفًا؛ لِأَنَّهُ إذَا اشْتَرَى لِلْأُضْحِيَّةِ مَعَ فَقْرِهِ فَالظَّاہِرُ أَنَّه يُضَحِّي فَيَصِيرُ كَأَنَّهُ قَالَ: جَعَلْت هذِهِ الشَّاةَ أُضْحِيَّةً، بِخِلَافِ الْغَنِيِّ؛ لِأَنَّ الْأُضْحِيَّةَ وَاجِبَةٌ عَلَيْهِ بِإِيجَابِ الشَّرْعِ ابْتِدَاءً فَلَا يَكُونُ شِرَاؤُهُ لِلْأُضْحِيَّةِ إيجَابًا بَلْ يَكُونُ قَصْدًا إلَى تَفْرِيغِ مَا فِي ذِمَّتِه.
(بدائع الصنائع ٥/٤٢؛ کوئٹہ)

غریب کی قربانی سے متعلق اہم مسائل

۱۔ غریب شخص پر ایام قربانی میں قربانی کی سے نیت جانور خریدنے سے قربانی واجب ہو جاتی ہے، یہ بات واضح رہے کہ نذر کا تعلق گرچہ الفاظ سے ہے لیکن شریعت مطہرہ میں بعض مواقع پر فعل و عمل کو قول کے قائم مقام مان لیا جاتا ہے، غریب پر قربانی کے وجوب کا مسئلہ بھی اسی قبیل سے ہے، یعنی اس شخص پر شرعاً قربانی واجب نہیں تھی لیکن جب اس نے ایام قربانی میں قربانی کی نیت سے جانور خرید لیا تو گویا اس نے ایک غیر واجب اور غیر لازم عمل (یعنی قربانی) کو اپنے اوپر

واجب ولازم قرار دیدیا اور یہی نذر کی حقیقت ہے، لہٰذا محض اس خریدنے کی وجہ سے اس پر قربانی واجب ہو جائے گی۔(حوالہ بالا)

۲۔کسی غریب نے قربانی کے ایام میں جانور خرید لیا اور اس کے بعد وہ صاحب نصاب امیر بن گیا تو اس پر دوسری قربانی بھی واجب ہے۔(البحر ۸/۱۷٤)

۳۔قربانی کا جانور گم ہو جانے یا مر جانے کی صورت میں مالدار پر دوسرا جانور خرید کر اس کی قربانی لازم ہو گی، البتہ غریب پر دوسرا جانور خرید کر قربانی کرنا لازم نہیں۔(مجمع الأنہر ٤/٥٢)

٤۔اگر کسی غریب کا جانور گم ہو گیا اور اس نے دوسرا جانور خرید لیا پھر پہلا جانور بھی مل گیا تو اس پر دونوں جانور کی قربانی لازم ہے اور اگر کسی مالدار نے دوسرا جانور خریدا تو اس پر دونوں جانور میں سے ایک کی قربانی لازم ہے، البتہ دونوں کی قربانی کرنا مستحب ہے۔(البحر ۸/۱۷٥)

ہاں! اگر گمشدہ جانور ایام قربانی کے بعد ملے تو اس جانور کا یا اس کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہے۔(بدائع ٥/٦٦)

٥۔اگر غریب نے کوئی بڑا جانور خریدا اور خریدتے وقت شرکت کی نیت نہیں تھی تو وہ جانور اسی کے لئے متعین ہو گیا، اب اس میں کسی اور شریک کرنے کی اجازت نہیں بخلاف مالدار کے کہ وہ شریک کر سکتا ہے۔(ہندیہ ٥/٣٠٤)

٦۔اگر غریب نے قربانی کے لئے جانور خرید لیا پھر اس کو فروخت کر کے کم قیمت کا جانور لے لیا تو اُس پہلے جانور اور اس دوسرے جانور کی قیمت کے فرق کو صدقہ کرنا واجب ہے بخلاف مالدار کے کہ اس پر صدقہ کرنا مستحب ہے۔(شامی ٦/٣٢٢)

(مستفاد از قربانی کے مسائل کا انسائیکلوپیڈیا)

46-چند صورتوں میں قربانی کرنا واجب ہے

۱۔جس کی ملک میں ساڑھے باون تولہ چاندی یا اس کے بقدر روپے یا اتنی قیمت کی کوئی اور چیز حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو اس پر قربانی واجب ہے، یہی حکم اس صورت میں بھی ہے جب کہ

کچھ سونا، کچھ چاندی، کچھ نقدی اور کچھ سامان حاجتِ اصلیہ سے زائد ہو اور ان کی قیمت **52.5** تولہ چاندی کی قیمت کو پہنچ جائے، خلاصہ یہ ہے کہ اگر ایک سے نصاب پورا نہ ہوتا ہو اور دوسرے کے ملا دینے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے، تو دونوں کو ملا کر نصاب پورا کر لیں گے اور ایسی صورت میں اس پر قربانی واجب ہو گی۔

كما فى الهندية (٥/ ٢٩٢) والشامية (٩/٤٥٣) وكذا فى مجمع الأنهر (٤/١٦٧):

والموسر في ظاہر الرواية: من له مائتا درہم أو عشرون دينارًا أو شيئاً يبلغ ذلک سوى مسكنه ومتاع مسكنه... فعليه الأضحية

(فتاوی دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، جواب: ٢٧٥٠٥)

٢۔ کسی شخص نے قربانی کی منّت مانی ہو تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

٣۔ کسی شخص نے مرنے سے پہلے قربانی کی وصیت کی ہو اور اتنا مال چھوڑا ہو کہ اس کے تہائی مال سے قربانی کی جاسکے تو اس کی طرف سے قربانی کرنا واجب ہے۔

٤۔ جس شخص پر صدقہ فطر واجب ہے، اس پر قربانی کے دنوں میں قربانی کرنا بھی واجب ہے، پس جس شخص کے پاس رہائشی مکان، کھانے پینے کا سامان، استعمال کے کپڑوں اور روز مرہ استعمال کی دُوسری چیزوں کے علاوہ ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کا نقد روپیہ، مالِ تجارت یا دیگر سامان ہو، اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔

○ مثلاً ایک شخص کے پاس دو مکان ہیں، ایک مکان اس کی رہائش کا ہے اور دُوسرا خالی ہے تو اس پر قربانی واجب ہے، جبکہ اس خالی مکان کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو۔

○ یا مثلاً ایک مکان میں وہ خود رہتا ہو اور دُوسرا مکان کرایہ پر اُٹھایا ہے تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، البتہ اگر اس کا ذریعہ معاش یہی مکان کا کرایہ ہے تو یہ بھی ضروریاتِ زندگی میں شمار

ہو گا اور اس پر قربانی کرنا واجب نہیں ہو گی۔

○ یا مثلاً کسی کے پاس دو گاڑیاں ہیں، ایک عام استعمال کی ہے اور دُوسری زائد تو اس پر بھی قربانی واجب ہے۔

○ یا مثلاً کسی کے پاس دو پلاٹ ہیں، ایک اس کے سکونتی مکان کے لئے ہے اور دُوسرا زائد، تو اگر اس کے دُوسرے پلاٹ کی قیمت ساڑھے باون تولہ چاندی کی مالیت کے برابر ہو تو اس پر قربانی واجب ہے۔

۵۔ عورت کا مہرِ معجل اگر اتنی مالیت کا ہو تو اس پر بھی قربانی واجب ہے، یا صرف والدین کی طرف سے دیا گیا زیور اور استعمال سے زائد کپڑے نصاب کی مالیت کو پہنچتے ہوں تو اس پر بھی قربانی کرنا واجب ہے۔

٦۔ ایک شخص ملازم ہے، اس کی ماہانہ تنخواہ سے اس کے اہل و عیال کی گزر بسر ہو سکتی ہے، پس انداز نہیں ہو سکتی، اس پر قربانی واجب نہیں جبکہ اس کے پاس کوئی اور مالیت نہ ہو۔

٧۔ ایک شخص کے پاس زرعی اراضی ہے، جس کی پیداوار سے اس کی گزر اوقات ہوتی ہے، وہ زمین اس کی ضروریات میں سے سمجھی جائے گی۔

٨۔ ایک شخص کے پاس ہل جوتنے کے لئے بیل اور دودھیاری گائے بھینس کے علاوہ اور مویشی اتنے ہیں کہ ان کی مالیت نصاب کو پہنچتی ہے تو اس پر قربانی کرنا واجب ہے۔ (فتاوی یوسفی)

47-ذی الحجۃ کے صرف تین دن (١٠/١١/١٢) قربانی کے ہیں

● حضرت نافع رحمہ اللہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ بقر عید کے دن کے بعد قربانی کے دو دن ہیں۔

امام مالک رحمہ اللہ نے یہ روایت نقل کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ مجھے حضرت علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ سے بھی اس قسم کی روایت پہنچی ہے۔

فائدہ: امام ابو حنیفہ، امام مالک اور امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تینوں ائمہ کا عمل اسی حدیث

پر ہے، یہ حضرات فرماتے ہیں کہ قربانی کا آخری وقت ذی الحجہ کی بارہویں تاریخ کے غروب آفتاب تک رہتا ہے، امام شافعی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ آخری وقت تیرہویں تاریخ تک رہتا ہے، یہ حدیث تینوں ائمہ کی مستدل اور امام شافعی رحمہ اللہ پر حجت ہے۔

○ فتاوی یوسفی میں ہے کہ قربانی کی عبادت صرف تین دن کے ساتھ مخصوص ہے، دُوسرے دنوں میں قربانی کی کوئی عبادت نہیں، قربانی کے دن ذی الحجہ کی دسویں، گیارہویں اور بارہویں تاریخیں ہیں، ان میں جب چاہے قربانی کر سکتا ہے، البتہ پہلے دن کرنا افضل ہے۔

48-قربانی کرنے کا صحیح وقت

○ جن بستیوں یا شہروں میں نمازِ جمعہ و عیدین جائز ہے، وہاں نمازِ عید سے پہلے قربانی جائز نہیں، اگر کسی نے نمازِ عید سے پہلے قربانی کر دی تو اس پر دوبارہ قربانی لازم ہے، البتہ چھوٹے گاؤں جہاں جمعہ و عیدین کی نمازیں نہیں ہوتیں، یہ لوگ دسویں تاریخ کی صبحِ صادق کے بعد قربانی کر سکتے ہیں، ایسے ہی کسی عذر کی وجہ سے نمازِ عید پہلے دن نہ ہو سکے تو نمازِ عید کا وقت گزر جانے کے بعد قربانی دُرست ہے (در مختار) قربانی رات کو بھی جائز ہے مگر بہتر نہیں (شامی)

49-جانور ذبح کرتے وقت کی دعا

● حضرت جابر رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے ذبح کے دن (یعنی عید قرباں کے دن) دو دنبے جو سینگ دار ابلق اور خصی تھے ذبح کرنے چاہے تو ان کو قبلہ رخ کیا اور یہ دعا پڑھی:

اِنِّی وَجَّہتُ وَجْہِیَ لِلَّذِی فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ عَلَی مِلَّۃِ اِبْرَاہِیْمَ حَنِیْفًا وَّمَا اَنَا مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ اِنَّ صَلَاتِی وَنُسُکِی وَمَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ لَا شَرِیْکَ لَہ وبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ اَللّٰہُمَّ مِنکَ وَلَکَ عَنْ مُّحَمَّدٍ وَّاُمَّتِہٖ بِسْمِ اللہِ وَاللہُ اَکْبَرُ

یعنی میں اپنا منہ اس ذات کی طرف متوجہ کرتا ہوں جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا،

اس حال میں کہ میں دین ابراہیم پر ہوں جو توحید کو ماننے والے تھے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں بلاشبہ میری نماز، میری تمام عبادتیں، میری زندگی اور میری موت (سب کچھ) اللہ ہی کے لئے ہے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اس کا کوئی شریک نہیں ہے اور مجھے اس کا حکم دیا گیا ہے اور میں مسلمانوں میں سے ہوں اے اللہ! یہ قربانی تیری عطاء سے ہے اور خالص تیری ہی رضا کے لئے ہے تو اس کو محمد ﷺ اور اس کی امت کی جانب سے قبول فرما ساتھ نام اللہ کے اور اللہ بہت بڑا ہے، اس کے بعد آپ ﷺ نے ذبح کیا۔ (احمد، ابوداؤد، ابن ماجہ)

جانور ذبح کرنے کے بعد کی دُعا

حضور اکرم ﷺ نے (دونوں دنبے) اپنے ہاتھ سے ذبح کئے ہیں اور پڑھا:

بِسْمِ اللّٰہِ وَاللّٰہُ اَکْبَرُ اَللّٰھُمَّ ھٰذَا عَنِّیْ وَعَمَّنْ لَّمْ یُضَحِّ مِنْ اُمَّتِیْ

بسم اللہ واللہ اکبر، اے اللہ! یہ قربانی میری جانب سے ہے اور میرے امت کے ہر اس فرد کی طرف سے ہے جس نے قربانی نہیں کی۔ (احمد، ابوداؤد اور ترمذی)

فائدہ: حدیث بالا میں درج ذیل امور ارشاد ہوئے ہیں:

○ وما أنا من المشرکین (اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں) اس بارے میں علماء کے کئی اقوال ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نبوت ملنے سے پہلے کس شریعت کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے؟

۱۔ بعض حضرات فرماتے ہیں کہ نبوت ملنے سے پہلے آپ ﷺ کی عبادت حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت کے مطابق ہوتی تھی۔

۲۔ بعض علماء کا قول ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کی شریعت کے مطابق ہوتی تھی۔

۳۔ بعض علماء کی تحقیق ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی شریعت کے مطابق عبادت کیا کرتے تھے۔

۴۔ اس سلسلہ میں صحیح قول یہ ہے کہ آپ ﷺ کسی بھی شریعت کے مطابق عبادت

نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی فہم اور اپنے وجدان کے موافق آپ ﷺ اپنی عبادت میں مشغول رہا کرتے تھے اور اللہ پر ایمان رکھتے تھے۔

البتہ یہ بات بالکل اجماعی طور پر محقق اور ثابت ہے کہ آپ ﷺ زندگی کے کسی بھی دور میں بت پرستی کی نجاست میں ملوث نہیں ہوئے۔

اب سوال یہ ہے کہ آپ ﷺ کی عبادت کس نوع اور کس طریقہ کی تھی تو اس کے بارے میں علماء لکھتے ہیں کہ وہ معلوم نہیں ہے، اللہ ہی بہتر جانتا ہے کہ آپ ﷺ اس وقت کس طرح عبادت کرتے تھے، بعض اہل علم نے لکھا ہے کہ تدبر و تفکر فرمایا کرتے تھے۔

○عن محمد وامته (پوری امت کی طرف سے قربانی کرنے) میں مشارکت یا تو ثواب پر محمول ہے یعنی حضور اکرم ﷺ نے ذبح کے وقت یہ الفاظ فرما کر اپنی قربانی کے ثواب میں اپنی امت کو بھی شریک فرمالیا یا اسے حقیقت پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے مگر اس صورت میں کہا جائے گا یہ حضور اکرم ﷺ کے خصائص میں سے ہے۔

اس سلسلہ میں واضح ترین بات یہ ہے کہ آپ ﷺ نے ایک دنبہ تو اپنی طرف سے قربان کیا اور دوسرے دنبہ کی قربانی امت کی طرف سے کی۔

اس حدیث سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اگر قربانی کرنے والا ذبح کرنے پر قادر ہو تو اس کے لئے اپنے ہاتھ سے قربانی کا جانور ذبح کرنا مستحب ہے، اگرچہ عورت ہی کیوں نہ ہو۔

50- جانور اپنے ہاتھ سے ذبح کرنا

● حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے دو دنبوں کی جو سینگوں والے (یعنی جن کے سینگ لمبے تھے یا یہ کہ سینگ ٹوٹے ہوئے نہ تھے) اور ابلق (یعنی سیاہ رنگ کے) تھے قربانی کی، آپ ﷺ نے "بسم اللہ واللہ اکبر" کہہ کر خود اپنے ہاتھ سے انہیں ذبح کیا۔

حضرت انس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم ﷺ ان کے

پہلو (یا کلے) پر پاؤں رکھے ہوئے تھے اور "بسم اللہ واللہ اکبر" کہتے تھے۔ (متفق علیہ)

فائدہ: قربانی کرنے والے کے لئے مستحب ہے کہ اگر وہ ذبح کے آداب جانتا ہو تو قربانی کا جانور خود اپنے ہاتھ سے ذبح کرے ورنہ بصورت دیگر اپنی طرف سے کسی دوسری آدمی سے ذبح کرائے اور خود وہاں موجود رہے، ذبح کے وقت اللہ کا نام لینا (یعنی بسم اللہ کہنا) حنفیہ کے نزدیک شرط ہے اور تکبیر کہنا (یعنی واللہ اکبر کہنا) علماء کے نزدیک مستحب ہے۔

حدیث کے آخری الفاظ "ویقول بسم اللہ واللہ اکبر" میں اس طرف اشارہ ہے کہ لفظ "واللہ اکبر" واؤ کے ساتھ کہنا افضل ہے۔

ذبح کے وقت درود پڑھنا جمہور علماء کے نزدیک مکروہ ہے جب کہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک سنت ہے۔

51- بسم اللہ کے بغیر ذبح شدہ جانور کا شرعی حکم

○ اگر کوئی مسلمان ذبح کرتے وقت بسم اللہ کہنا بھول جائے تو وہ ذبیحہ حلال ہے، اور اگر کوئی جان بوجھ کر بسم اللہ نہیں پڑھتا تو اس کا ذبیحہ حلال نہیں، اور جس شخص کو معلوم ہوا کہ یہ ذبیحہ حلال نہیں، اس کے لئے اس کا کھانا بھی حلال نہیں۔

○ ذبح کرنے والے قصائی عموماً مسلمان ہوتے ہیں، اس بنا پر ان کے بارے میں یہی گمان رکھنا چاہئیے کہ وہ ذبح کے وقت تکبیر پڑھتے ہوں گے، البتہ اگر یقینی طور پر کسی قصائی کا جان بوجھ کر قصداً بسم اللہ نہ پڑھنا معلوم ہو جائے تو پھر اس کا ذبیحہ نہیں کھانا چاہئیے، اسی طرح اگر قصائی غیر مسلم ہو اور بسم اللہ بھی پڑھ لے تو اس کا بھی ذبیحہ نہیں کھانا چاہئیے۔ (مستفاد از مظاہر حق و فتاوی یوسفی)

ذابح کا تسمیہ پڑھنا ضروری ہے، معاون یا دوسرے فرد کا پڑھنا معتبر نہیں

کسی کی طرف سے قربانی کرنے کے لئے زبان سے نیت کرنا ضروری نہیں، دل سے ارادہ کر لینا بھی کافی ہے، لہذا اگر ذبح کرنے والے نے دل سے قربانی کی نیت کی اور بسم اللہ کہہ کر جانور

ذبح کر دیا تو قربانی درست ہو جائے گی، ہاں! یہ بات درست نہیں کہ ایک شخص بسم اللہ پڑھے اور دوسرا ذبح کرے، بلکہ خود ذبح کرنے والے کے لئے بسم اللہ کہنا ضروری ہے، کما فی ردالمحتار (۹/ ۴۳۸):

"وفیہا تشترط التسمیة من الذابح"(کتاب الفتاوی)

52-بقر عید کی نماز کے لئے کھائے بغیر جانا

● حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ عید کے دن بغیر کچھ کھائے پیے عید گاہ تشریف نہیں لے جاتے تھے اور بقر عید کے دن بغیر نماز پڑھے کچھ نہیں کھاتے پیتے تھے۔(ترمذی،ابن ماجہ،دارمی)

فائدہ: بقر عید کے روز آپ ﷺ غرباء و مساکین کا ساتھ دینے اور ان کی دلجوئی کی خاطر نمازِ عید کے بعد ہی کچھ تناول فرماتے تھے کیونکہ غرباء و مساکین کو تو کچھ کھانا پینا اسی وقت نصیب ہوتا تھا جب قربانی ہو جاتی اور اس کا گوشت ان لوگوں میں تقسیم ہو جاتا،اس لئے آپ ان کی وجہ سے خود بھی کھانے پینے میں تاخیر فرماتے تھے۔

53-عید گاہ میں قربانی کرنا

● حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ راویت کرتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ عید گاہ میں ذبح اور نحر کرتے تھے۔(بخاری)

فائدہ: بکری، دنبہ، بھیڑ، گائے، بھینس اور اونٹ یہ جانور خواہ نر ہوں یا مادہ،ان کے علاوہ دوسرے جانوروں کی قربانی جائز نہیں،اونٹ کے علاوہ بقیہ جانوروں کے حلال کرنے کو "ذبح" کہتے ہیں اور اونٹ کے حلال کرنے کو "نحر" کہتے ہیں، نحر کا طریقہ یہ ہوتا ہے کہ اونٹ کو کھڑا کر کے اس کے سینہ میں نیزہ مارا جاتا ہے جس سے وہ گر پڑتا ہے،اگرچہ اونٹ کو ذبح کرنا بھی جائز ہے لیکن نحر کرنا افضل ہے۔

54-ذبح کرنے کے آداب

● حضرت عائشہ رضی اللہ عنہ راویت کرتی ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے (قربانی کے لئے) ایک ایسے سینگ دار دنبہ کے لانے کا حکم دیا جو سیاہی میں چلتا ہو (یعنی اس کے پاؤں سیاہ ہوں) سیاہی میں بیٹھا ہو (یعنی اس کا پیٹ اور سینہ سیاہ ہو) اور سیاہی میں دیکھا ہو (یعنی اس کی آنکھوں کے گرد سیاہی ہو) چنانچہ (جب) آپ کے لئے قربانی کے واسطے ایسا دنبہ لایا گیا تب آپ ﷺ نے فرمایا کہ عائشہ! چھری لاؤ (جب چھری لائی گئی تو) پھر فرمایا کہ اسے پتھر پر (رگڑ کر) تیز کرو، میں نے چھری تیز کی، آپ ﷺ نے چھری لی اور دنبے کو پکڑ کر اسے لٹایا پھر جب اسے ذبح کرنے کا ارادہ کیا تو یہ فرمایا کہ:

" اللهم تقبل من محمد و آل محمد و من أمة محمد "یعنی اے اللہ! اسے محمد ﷺ، آل محمد ﷺ اور امت محمد ﷺ کی طرف سے قبول فرما، پھر اسے ذبح کر دیا۔ (مسلم)

فائدہ: جب جانور کو ذبح کیا جا رہا ہو تو اس کے سامنے چھری تیز کرنا مکروہ ہے کیونکہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے بارے میں منقول ہے کہ انہوں نے ایک ایسے آدمی کو درے سے مارا تھا جس نے ایسا کیا تھا، اسی طرح ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا بھی مکروہ ہے۔

یہ بات پہلے بھی گزر چکی ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے ذبح کرتے وقت جو الفاظ ارشاد فرمائے، اس سے مراد صرف ثواب میں امت کو شریک کرنا تھا، نہ یہ کہ آپ ﷺ نے سب کی طرف سے قربانی کی تھی کیونکہ ایک دنبہ یا ایک بکری کی قربانی کئی آدمیوں کی طرف سے درست نہیں ہے۔

55- کیا ایک جانور کی قربانی سارے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے؟

○ قربانی کے حکم میں ائمہ مختلف ہیں، امام ابو حنیفہ اور امام مالک رحمہما اللہ وجوب کے قائل ہیں اور امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ سنت کے قائل ہیں۔

○ پھر جمہور کے نزدیک ایک بکری ایک فرد کی طرف سے اور ایک اونٹ اور ایک گائے سات افراد کی طرف سے کی جاسکتی ہے اور بعض تابعین (سعید بن المسیب اور اسحاق رحمہا اللہ) کے ہاں ایک اونٹ دس افراد کی طرف سے اور گائے سات افراد کی طرف سے کافی ہے۔

○ امام مالک رحمہ اللہ کے ہاں اشتراک فی الاضحیۃ جائز ہی نہیں ہے یعنی ثمن میں اشتراک ہو جبکہ جمہور کے ہاں اشتراک فی الثمن جائز ہے۔

○ پھر امام مالک اور امام احمد رحمہا اللہ کے ہاں اگر کوئی آدمی ایک اونٹ یا ایک گائے یا ایک بکری میں اپنے سارے گھر والوں کو شریک کرے تو یہ جائز ہے، جبکہ حنفیہ اور شافعیہ کا مسلک یہ ہے کہ ایک بکری سارے گھر والوں کی طرف سے کافی ہے لیکن یہ شرکت ثواب میں ہے اور مقصد یہ ہے کہ اگر ایک آدمی اپنی قربانی کرے اور اپنے اہل و عیال کو شریک کرے تو بھی قربانی ایک ہی کی طرف سے ہو گی، البتہ ثواب میں سارے شریک ہو جائیں گے۔

وفي رد المختار: قد صح أن رسول الله ﷺ ضحى بكبشين أحدهما عن نفسه والآخر عمن لم يذبح من أمته وإن كان منهم من قد مات قبل أن يذبح اهـ

قال فی الفتاویٰ الامدادیة (٣/٤٩٤) قلت : قد دل الحديث على جواز التضحية عن الحي تبرعا وعلى جواز الواحدة عن الكثيرين.

قلت : والحديث الذى ذكره فی رد المختار اخرجه احمد و ابن ماجة والحاكم من طريق الثورى عن عبدالله بن محمد بن عقيل عن ابى سلمة عن عائشة وابى هريرة رضى الله عنهم أن النبى ﷺ كان إذا أراد أن يضحى اشترى كبشين عظيمين سمينين أقرنين أملحين موجوئين فذبح أحدهما عن امته ممن شهد له بالتوحيد وشهد له بالبلاغ و ذبح الأخر عن محمد وآل محمد.

ورووه ابن ابى شيبة وإسحاق وأبو يعلى من حديث حماد بن سلمة عن ابن عقيل عن عبدالرحمٰن بن جابر عن أبيه جابر بن عبد الله به مرفوعاً

و رووه احمد و اسحاق و الطبرانی من حدیث شریک ورووه احمد و البزاز و الحاکم من حدیث زهیر بن محمد کلاهما عن ابن عقیل عن علی بن حسین عن ابی رافع به کما ذکره ابن ابی حاتم فی العلل قال أبو زرعة : هذا کله من ابن عقیل فانه لایضبط حدیثه والذین رووا عنه هذا الحدیث کلهم ثقات؛ وقال البخاری : لعله سمعه من هؤلاء (ملخصاً من تخریج الزیلعی ۳/۱۵۱)

وفی الباب عن أبی طلحة اخرجه ابن أبی شیبة وأبو یعلی والطبرانی وانس اخرجه ابن ابی شیبة والدارقطنی و حذیفة بن اسید اخرجه الحاکم فی المستدرک و محمل الحدیث هو التشریک فی الثواب وهکذا هو محمل الحدیث الزی اخرجه مسلم ۲/۱۵۶)

عن عائشة ان رسول الله ﷺ ثم ذبحه ثم قال اللهم تقبل من محمد وآل محمد و من امة محمد ثم ضحی به

قال الطیبی : المراد المشارکة فی الثواب مع الامة لان الغنم الواحد لایکفی عن اثنین فصاعداً اھ

○ یہی بات حضرت حکیم الامت تھانوی رحمہ اللہ نے کتاب امداد الفتاوی میں نقل فرمائی ہے، اس حدیث کو مشارکت فی الثواب پر شوافع میں سے صاحب العدۃ اور شیخ ابراہیم المروزی نے بھی محمول کیا ہے، نیز جمہور کے یہاں بھی ایک بکری ایک ہی آدمی کی طرف سے قربانی میں کی جاسکتی ہے بلکہ بندہ کے علم میں اس بارے میں کسی کا اختلاف نہیں ہے، ہاں! اونٹ اور گائے میں سات اور دس کی شرکت کا اختلاف ہے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا۔

○ ایک خاص بات قابل توجہ یہ ہے کہ اگر ایک جانور مطلقاً سارے اہل خانہ کے لئے قربانی کی ادائیگی میں کافی ہوتا تو "فاشترکنا فی البعیر سبعة" صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا فرمانا بظاہر بے سود تھا، اس لئے کہ پھر تو کسی ایک خاص عدد کی قید بیکار ہوتی، البتہ یہ بات قابل لحاظ ہے

کہ بعض اکابر کے ہاں قربانی سنت علی الکفایۃ ہے، چنانچہ ان کے قول کے مطابق ایک قربانی سب کی طرف سے کافی ہو گی، اسی کو امام نووی رحمہ اللہ نے ترجیح دی ہے۔

قال فی شرح المهذب (٨/٣٩٧) : تجزی الشاة عن واحد ولا تجزی عن أكثر من واحد لكن إذا ضحى بها واحد من اهل البيت تتادى الشعار فی حق جميعهم وتكون التضحية فی حقهم سنة كفاية

○ وقال فی مواضع آخر (٨/٣٤٣) : قال اصحابنا : التضحية سنة على الكفاية فی حق أهل البيت الواحد فإذا ضحى أحدهم حصل سنة التضحية فی حقهم.

○قال الرافعی : الشاة الواحدة لايضحى بها إلا عن واحد لكن إذا ضحى بها واحد من اهل البيت تاتی الشعار، والسنة لجميعهم قال : وعلى هذا حمل ماروی أن النبی ﷺ ضحى بكبشين قال : اللهم تقبل من محمد ﷺ وآل محمد، قال النووی : وقد حمل جماعة الحديث المذكور على الاشتراک فی الثواب.اه

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ یہ احادیث شرکۃ فی الثواب پر محمول ہیں اور اس حمل کے لیے کوئی دلیل صریح نافی موجود نہیں ہے۔

○ واما قول النووی فی شرح مسلم (٢/١٥٦) تحت حديث عائشة الماضی واستدل بهذا مَن جوّز تضحية الرجل عنه و عن اهل بيته واشتراكهم فی الثواب وهو مذهبنا ومذهب الجمهور وكرهه الثوری وابو حنيفة وأصحابه وزعم الطحاوی أن هذا الحديث منسوخ أو مخصوص وغلطه العلماء فان النسخ والتخصيص لا يثبتان بمجرد الدعوى. انتهى فكلام غير محرر.

فان النووی قد صرح فی شرح المهذب : بأن الشاة الواحدة لايجزی إلا عن واحد وهذا هو الذی يقوله أصحابنا وأما أن الشاة الواحدة تجزئ عن أهل

البيت فهذا يقوله النووى وغيره ممن قال : أن التضحية سنة على الكفاية وحمل الحديث على هذا، وأما نحن فنحمل الحديث على التشريک فى الثوب وقد حمله عليه جماعة من أصحاب الشافعى كالشيخ ابراهيم المروزى وصاحب العدة والعلامة الطيبى وغيرهم ولا دافع لهذا المعنى والله اعلم .... أما الذى أنكره أصحابنا فهو كفاية شاة واحدة عن أهل البيت فى اقامة واجب التضحية وهذا لم يات بى دليل وما قلت بذلک حجة لأنا قدمنا أن الحديث محتمل عن آخر وهو التشريک فى الثواب وقضايا الأحوال إذا تطرق إليها الاحتمال سلبت الاستدلال لما يبقى من الاجمال، والله اعلم وعلمه اتم واحكم

(مستفاد از نوادر الفقہ للشیخ محمد یونس صاحب جونپوری رحمہ اللہ)

چند ضروری باتیں

جانور ذبح کرنے سے متعلق بعض امور لازم اور ضروری ہیں کہ ان کے بغیر جانور حلال ہی نہیں ہوتا، ان کو "شرائط" کہتے ہیں، بعض امور مسنون اعمال سے تعلق رکھتے ہیں، ان کو "سنتیں" کہتے ہیں اور جو امور شریعت کی نگاہ میں پسندیدہ ہیں، ان کو "مستحبات" کہتے ہیں اور جو امور ناپسندیدہ ہیں، ان کو "مکروہات" کہتے ہیں، بعض چیزیں عوام میں "توہمات" کے درجہ میں عام ہیں، ذیل میں انہی کے متعلق "اہم مسائل" پیش خدمت ہیں۔

56-ذبح کی آٹھ شرائط:

۱-ذبح کرنے والا عاقل ہو، مسلمان ہو۔

۲-ذبح کے وقت تسمیہ (بسم اللہ) پڑھے، اگر بھول گیا تو ذبیحہ حلال ہے۔

۳-متعدد جانور کی صورت میں ہر ایک پر علیحدہ علیحدہ تسمیہ پڑھنا ضروری ہے۔

٤-تسمیہ پڑھنا جانور ذبح کرنے کی نیت سے ہو، کسی اور کام شروع کرنے کے قصد سے نہ پڑھے۔

٥-تسمیہ پڑھنے کے بعد مجلس تبدیل کرنے سے قبل ذبح کرنا ضروری ہے۔

٦-تسمیہ اور ذبح کے درمیان معتد بہ فاصلہ نہ ہونا شرط ہے۔

٧-آلہ ذبح کا دھاری دار ہونا ضروری ہے، چاہے وہ دھاری دار چیز لوہے کی ہو یا لکڑی کی۔

٨-چار رگوں میں سے تین کا کٹنا لازم ہے، البتہ چار کا کٹنا بہتر ہے۔

نوٹ: "وَدَجانِ" یعنی دو رگیں گلے کے دونوں جانب ہوتی ہیں، اس سے خون دماغ میں جاتا ہے، "مرِئُ" یعنی تیسری کھانے کی نالی ہے اور "حلقوم" یعنی چوتھی سانس لینے کی نالی ہے۔ ● اگر ان چار میں سے تین کاٹ دی جائیں تب حلال ہو جائے گا، اگر اس سے کم کٹی تو حلال نہیں ہوگا، کیونکہ اکثر رگیں نہیں کاٹی گئیں اور اگر گردن کی جانب سے ذبح کیا گیا اور یہ رگیں کٹ گئیں تو حلال ہو جائے گا لیکن ایسا کرنا مکروہ ہے۔

● اگر گردن کی جانب سے کاٹا اور ان رگوں میں تین نہیں کٹی تو حلال نہیں ہوگا اور اگر گردن کی جانب سے کاٹا اور مرنے سے پہلے تین رگیں کاٹ دی تو جانور حلال ہو جائے گا۔

57-ذبح کی چھ سنتیں

١-ذابح کا قبلہ رخ ہونا۔

٢-جانور کا منہ قبلہ کی طرف ہونا۔

٣-بکری اور گائے میں ذبح کرنا سنت ہے اور اونٹ میں نحر کرنا سنت ہے۔

٤-چھری سے ذبح کرنا۔

٥-جانور کو لٹانے سے پہلے چھری تیز کرنا۔

٦-حلق کی جانب سے ذبح کرنا۔

58-ذبح کے گیارہ مستحبات

۱-دن میں ذبح کرنا۔

۲-دھاردار لوہے سے ذبح کرنا۔

۳-حلق کی طرف سے ذبح کرنا۔

٤-خون کی دونوں رگوں کو کاٹنا۔

٥-جانور کو سیدھی کروٹ لٹا کر اس کے اوپر پاؤں رکھ کر ذبح کرنا۔

٦-خود ذبح کرنا۔

۷-ذبح کرنے میں جلدی کرنا۔

۸-ذبح سے قبل جانور کے ساتھ نرمی کا معاملہ کرنا۔

۹-ذبح سے قبل کچھ کھلانا پلانا۔

۱۰-ذبح کے بعد جانور کے ٹھنڈا ہونے سے قبل کھال نہ اتارنا۔

59-ذبح کے بارہ مکروہات

۱-جانور کا منہ قبلہ کی طرف نہ ہونا۔

۲- بکری اور گائے میں نحر کرنا اور اونٹ میں ذبح کرنا۔

۳- چھری یا دھاردار چیز کی بجائے دانت یا ناخن سے ذبح کرنا۔

٤-جانور کے سامنے چھری تیز کرنا۔

٥-ایک جانور کو دوسرے جانور کے سامنے ذبح کرنا۔

٦-گدی کی جانب سے ذبح کرنا۔

۷-رات میں ذبح کرنا البتہ اگر روشنی ہو تو مضائقہ نہیں۔

۸-خون کی دونوں رگوں میں سے ایک کو کاٹنا اور ایک کو چھوڑ دینا۔

۹-ذبح کے بعد جانور کے ٹھنڈا ہونے سے قبل کھال اتارنا۔

۱۰-پاؤں سے کھینچ کر ذبح کی جگہ تک لے جانا۔

۱۱- حرام مغز تک چھری چلانا۔

۱۲- ٹھنڈا ہونے سے پہلے جانور کا سر الگ کر دینا۔

60-ذبح کرنے کے متفرق احکام

۱- کتابی یعنی یہودی یا نصرانی کا ذبیحہ حلال ہے، کتابی وہ ہوتا ہے جو سابقہ ادیان سماوی پر واقعۃً ہو، اگر کوئی کتابی جانور کو بسم اللہ پڑھ کر ذبح کرتا ہے تو اس کا ذبیحہ حلال ہے اور اگر بغیر بسم اللہ کے ذبح کرے تو اس کا ذبح کیا ہوا حرام ہو گا۔

۲- غیر مسلم بسم اللہ پڑھ کر بھی ذبح کرے تب بھی حلال نہیں ہو گا۔

۳- اگر مشین کے ذریعہ ذبح کیا اور اس پر بسم اللہ کا ٹیپ لگا دیا تو حلال نہیں ہو گا کیونکہ مسلمان نے حلال نہیں کیا اور نہ اس پر مسلمان نے بسم اللہ پڑھا۔

٤- حلق اور سینہ کے درمیان جو ہڈی ہے اس پر چھری چلا کر ذبح کرے۔

٥- اگر جانور کو کرنٹ دیکر یا پانی میں ڈال کر بیہوش کیا، لیکن مرنے سے پہلے ذبح کر دیا تو حلال ہو گا اور اگر مرنے کے بعد ذبح کیا تو حلال نہیں ہو گا۔

نوٹ: بیہوش جانور میں زندہ ہونے کی علامت یہ ہے کہ وہ سانس لے رہا ہو۔

٦- کسی بھی تیز دھار دار چیز سے ذبح کرنا جائز ہے، مثلاً چھری، بلیڈ وغیرہ، جو چیز دھار دار نہ ہو یا دھار دار ہو لیکن تیز نہ ہو اس سے جانور کو تکلیف ہوتی ہے، اس لئے اس سے ذبح کرنا مکروہ ہے۔

۷- جو جانور بھاگ گیا ہو اور قبضے میں نہیں آتا ہو اس کو بسم اللہ پڑھ کر دور سے نیزہ مار دے، یا تیر مار دے اور زخمی کر دے یہ نیزہ کہیں بھی لگے، اس سے وہ مر جائے تو حلال ہو جائے گا کیونکہ یہاں مجبوری ہے۔

61-قربانی سے متعلق چند توہمات اور ان کا ازالہ

۱- قربانی کے خون میں پاؤں ڈبونا

○ بعض لوگ جب قربانی کرتے ہیں یا صدقہ کا بکرا کاٹتے ہیں، چھری پھیرنے کے بعد جب خون نکلنا شروع ہوتا ہے تو وہ اپنے دونوں پیر خون میں ڈبو لیتے ہیں، سو یہ ناجائز ہے کیونکہ یہ خون نجس ہوتا ہے، اور نجاست سے بدن کو آلودہ کرنا دین و مذہب کی رُو سے عبادت نہیں ہو سکتا، اس لئے یہ اعتقاد گناہ اور یہ فعل ناجائز ہے۔

۲-ذبح شدہ جانور کا گوشت میں لگا ہوا خون

○ گوشت میں جو خون لگا رہ جاتا ہے وہ پاک ہے، اس سے کپڑے ناپاک نہیں ہوتے، البتہ بوقتِ ذبح جو خون جانور کی رگوں سے نکلتا ہے وہ ناپاک ہے۔

○ قربانی کے جانور کا بہتا ہوا خون بھی اسی طرح ناپاک ہے جس طرح کسی اور جانور کا، خون کے اگر معمولی چھینٹے پڑ جائیں جو مجموعی طور پر انگریزی روپیہ کی چوڑائی سے کم ہوں تو نماز ہو جائے گی، ورنہ نہیں، البتہ جو خون گردن کے علاوہ گوشت پر لگا ہوا ہوتا ہے وہ ناپاک نہیں۔

۳-بغیر دستے کی چھری سے ذبح کرنا

○ خالص لوہے کی یا کسی بھی دھات کی بنی ہوئی چھری کا ذبیحہ جائز ہے، اور یہ خیال بالکل غلط ہے کہ چھری میں اگر لکڑی نہ لگی ہو تو ذبیح مردار ہو جاتا ہے۔

٤-ذابح کی مغفرت

○ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ذبح کرنے والے کی بخشش نہ ہو گی، سو یہ محض غلط ہے۔

٥-چاقو کی کیلیں

○ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جس چاقو سے جانور ذبح کیا جائے، اس سے حلال ہونے کی شرط یہ ہے کہ اس چاقو میں تین کیلیں ہوں، یہ بھی محض غلط ہے۔

٦-ولد الزنا اور عورت کا ذبیحہ

○ مشہور ہے کہ ولد الزنا کا ذبیحہ درست نہیں، یہ بھی محض غلط ہے۔

○ بعض عوام عورتوں کے ذبیحہ کو درست نہیں سمجھتے، سو یہ محض غلط ہے۔

۷۔بقر عید کا روزہ

○ بعض عوام کہتے ہیں کہ بقر عید کے روز قربانی کرنے تک روزہ سے رہے، یہ محض بے اصل ہے، البتہ اپنی قربانی سے کھانا مستحب ہے، لیکن وہ روزہ نہیں ہے، نہ اس میں روزہ کا ثواب ہے، نہ اس میں روزہ کی نیت ہے۔

۸۔ خصی جانور کی قربانی

○ بعضے لوگ بدھیا (خصّی) جانور کی قربانی درست نہیں سمجھتے سو یہ محض غلط بات ہے بلکہ خصی کی تو اور زیادہ افضل ہے، ہمارے محبوب اور آقا حضرت محمد رسول اللہ ﷺ نے خصی دنبہ کی قربانی فرمائی ہے۔

۹۔ گوشت میں ہڈی

○ بعض عوام کہتے ہیں کہ اگر گوشت میں ہڈی نہ ہو تو وہ گوشت مکروہ ہو جاتا ہے، یہ محض بے اصل ہے۔

۱۰۔معاونِ ذابح کے لئے تسمیہ پڑھنا

○ عوام میں مشہور ہے کہ ذبح کرنے والے کے ساتھ جانور کو پکڑنے والے اور امداد کرنے والے پر بھی "بسم اللہ اللہ اکبر" کہنا واجب ہے، سو یہ محض غلط ہے۔

نوٹ: ایک ہے "معاونِ ذابح" جو کہ جانور کو پکڑتا ہے مگر وہ ذبح نہیں کرتا اور ایک ہے "معین فی عمل الذبح" جو کہ ذبح بھی کرتا ہے، اب مسئلہ یہ ہے کہ ذابح پر بسم اللہ پڑھنا واجب ہے، اسی طرح معین فی عمل الذبح پر بھی واجب ہے اور معینِ فی عمل الذبح حقیقۃً وہ ہے جو چھری چلانے میں مدد دے مثلاً ایک شخص کمزور ہے اس میں چھری چلانے کی پوری قوت نہیں تو دوسرا آدمی اس کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر قوت سے چھری چلادے تو اس پر بھی بسم اللہ پڑھنا لازم ہے اور جو آدمی جانور کے پیر وغیرہ پکڑے وہ حقیقۃً معینِ فی عمل الذبح نہیں بلکہ معاونِ ذابح ہے۔

۱۱۔معاون ذابح کافر ہو

○ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ اگر ذبح کی اعانت کرنے والا مثلاً جانور کو پکڑنے والا کافر ہو تو ذبیحہ حلال نہیں سمجھا جاتا، یہ سمجھنا بالکل غلط ہے۔

۱۲۔ حرام مغز تک چھری مارنا

○ بعض لوگ ذبح کرتے وقت حرام مغز (وہ سفید غدود جو گردن کی ہڈی کے اندر ہوتی ہے) کاٹ ڈالتے ہیں، حالانکہ ایسا کرنا مکروہ ہے اسی طرح بعض لوگ ذبح کے وقت گردن کو توڑ دیتے ہیں یہ بھی ٹھیک نہیں ہے، اس سے جانور کو زائد تکلیف ہوتی ہے، حدیث شریف میں اس سے منع آیا ہے۔

(مستفاد از فقہ الحلال کورس و ثمرۃ الفقہ و فتاوی یوسفی و فتاوی محمودیہ و اغلاط العوام)

62-اجتماعی قربانی کا نظم بنانا جائز ہے

○ بعض ادارے یا جماعتیں اور افراد عید الاضحی کے موقع پر لوگوں کی سہولت کے لئے اجتماعی قربانی کا اہتمام کرتے ہیں، سو ایسا اجتماعی قربانی کا نظم بنانا جائز ہے اور اگر اس نظم میں کچھ رقم بچ جائے تو اس کا اصحاب حصص کو واپس کر دینا مناسب اور بہتر ہے۔ (کتاب الفتاوی)

۱۔ جانور کی تعیین ضروری ہے

○ اس میں یہ مسئلہ بہت زیادہ اہم ہے کہ جس جانور کی قربانی جس شخص کی طرف سے ہو، ذبح کرتے ہوئے اس کی طرف سے قربانی کی نیت ہونی چاہیئے اور جانور کو اس شخص کی طرف سے متعین رہنا چاہیئے، اگر جانور کے ذبح کرنے کے وقت نیت اور تعیین نہیں کی کہ یہ فلاں جانور، فلاں شخص کی طرف سے ہے تو قربانی نہ ہوگی، یہ چاروں ائمہ کے یہاں ضروری ہے۔ (کتاب الفتاوی)

۲۔ معتمد ادارہ کے ماتحت ہو

○ اجتماعی قربانی میں حصہ لیتے وقت اس بات کی تحقیق ضروری ہے اور جب تک کسی کے بارے میں اطمینان نہ ہو جائے کہ یہ شخص یا ادارہ صحیح طریقہ پر قربانی کرتا ہے، اس وقت تک اس کو

قربانی کا وکیل بنانا مناسب نہیں۔(کتاب الفتاوی)

۳-تمام شرکاء کی آمدنی کا حلال ہونا اور نیت کا صحیح ہونا شرط ہے

○ بینک یا کسی سودی ادارے میں کام کرنے والے کی آمدنی پاکیزہ نہیں ہے، اس لئے ایسے شخص کے ساتھ قربانی میں حصہ نہ لیا جائے، قربانی میں اگر کئی لوگ شریک ہوں تو سب کی نیتوں کا خالص ہونا (اللہ کے لیے قربانی کی نیت کرنا، گوشت کے لیے نہیں) ضروری ہے، اسی طرح سب کے مال کا حلال ہونا ضروری ہے، اگر ایک کی بھی نیت خالص نہ رہی یا ایک نے حرام مال سے قربانی کی تو کسی کی بھی قربانی درست نہ ہوگی، ہاں! اگر ایسے شخص کے پاس حلال آمدنی بھی ہے تو اگر وہ حلال آمدنی سے یا کسی سے حلال رقم قرض لے کر قربانی کرتا ہے تو مذکورہ شخص کے ساتھ قربانی میں حصہ لینا جائز ہوگا۔(دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند، جواب ٤٧٧٦١)

حجاج کرام کے لئے اجتماعی قربانی کی بابت اہم ہدایت

○ حج کی قربانی کے سلسلے میں بھی اس کا اہتمام ہو، بعض اداروں کے بارے میں بتایا جاتا ہے کہ وہ اس کی رعایت نہیں کرتے مثلاً ایک لاکھ افراد نے ٹکٹ لیا، تو علی الحساب ایک لاکھ جانور ذبح کر دیئے جاتے ہیں، حج تمتع اور حج قران میں قربانی واجب ہے اور عمر میں ایک بار حج فرض ہے اور کثیر اخراجات اور مشقت کے ساتھ لوگ حج کے لئے وہاں پہنچتے ہیں، اس لئے ضروری ہے کہ اس مسئلہ میں حتی المقدور احتیاط سے کام لیں اور تھوڑی سی مشقت سے بچنے کے لئے بے احتیاطی کو راہ نہ دیں اور مشکوک طریقہ پر عبادت انجام دینے کے مرتکب نہ ہوں۔(کتاب الفتاوی جلد ٤)

۵-اجتماعی قربانی میں حصہ لینے والے نے نماز عید نہ پڑھی ہو تو!

○ قربانی کے وقت کے سلسلہ میں دو باتیں ذہن میں رکھیں:

۱-قربانی کے درست ہونے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ جس کی طرف سے قربانی ہو رہی ہے وہ نماز عید ادا کر چکا ہو، بلکہ اعتبار قربانی کی جگہ کا ہے، جس جگہ قربانی ہو رہی ہے، وہاں نماز عید ہو چکی ہو، تو یہ کافی ہے اور اسی کا اعتبار ہے، علامہ حصکفی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:{والمعتبر مکان

الأضحية لامكان من عليه} (الدر المختار مع الرد ۹/٤٦١)

{ولو ضحی بعد ماصلی أهل المسجد ولم يصل أهل الجبانة اجزأه إستحسانا} (حوالہ بالا)

۲-دوسرے شہر میں کسی بھی ایک جگہ نماز ہو چکی ہو تو پورے شہر میں قربانی درست ہے، خواہ ابھی دوسری جگہ نماز نہیں ہوئی ہو اور قربانی کرنے والے نے خود نماز ادا نہ کی ہو۔(کتاب الفتاوی)

٦-شرکاء قربانی کا وقت ذبح موجود ہونا

○ اگر کسی شخص کو اس کی اجازت کے بغیر قربانی میں شریک کیا گیا تو کسی کی بھی قربانی نہیں ہو گی، اسی طرح اگر حصہ داروں میں سے کوئی ایک صرف گوشت کی نیت سے شریک ہے تو کسی کی قربانی صحیح نہ ہو گی۔(فتاوی بینات جلد ٤)

۷-جانور خریدنے کے بعد شریک کرنا جائز ہے

○ اگر ایک شخص نے قربانی کے لئے ایک گائے خریدی پھر اس میں چھ آدمیوں کو شریک کر لیا، تو حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ نے اس کو مکروہ قرار دیا ہے، کیونکہ شراءِ اضحیہ وعدہ ہے، اور خلافِ وعدہ مکروہ ہے، تاہم قربانی سب کی ادا ہو جائے گی کمافی بدائع (۷۲/۵):

ولو اشترىٰ رجل بقرةً يريد أن يضحی بها ثم اشترك فيها بعد ذٰلك قال هشام سألت أبايوسف فأخبرنی أن أباحنيفةؒ قال كره ذٰلك أو يجريهم أن يذبحوها عنهم ثم بين وجه الكراهة بقوله لأنه لما اشتراها ليضحی بها فقد وعد وعداً فيكره أن يخلف الوعد(فتاوی محمودیہ جلد ۲٦)

۸-قربانی کے وقت موجود رہنا مستحب ہے

○ قربانی کے وقت ساتوں شرکاء کا موجود ہونا ضروری نہیں، چند بھی ہوں تو کافی ہے بلکہ اگر کسی کو اجازت دیدی تو وہ بھی کافی ہے البتہ موجود ہونا مستحب ہے، کمافی الدر المختار ۲۳۱/۵)

وندب أن يذبح بيده إن علم ذلك وإلا يعلمه شهدها بنفسه ويأمر غيره بالذبح (حوالہ بالا)

۹- بڑے جانور میں شرکاء کی تعداد

بڑے جانور میں زیادہ سے زیادہ سات افراد شریک ہو سکتے ہیں، کم چاہے جتنے بھی ہوں، چھ افراد ہوں، پانچ افراد ہوں چار افراد ہوں، دو افراد ہوں، شرکت کر سکتے ہیں اور جتنے افراد شریک ہوں اتنے حصوں میں گوشت تقسیم کر سکتے ہیں، یہ طریقہ صحیح ہے، ہاں! اگر کسی بڑے جانور میں آٹھ آدمی شریک ہو گئے تو یہ صورت ناجائز ہے اس صورت میں کسی کی قربانی درست نہ ہو گی۔ (دارالافتاء، دارالعلوم دیوبند، جواب: ۲۷۸۳۰)

۱۰- قربانی کے گوشت کی تقسیم

○ قربانی کے جانور میں اگر کئی شرکاء ہیں تو گوشت وزن کر کے تقسیم کرے۔ (فتاوی بینات جلد ٤)

○ قربانی کے سات حصوں میں سے چار میں ایک ایک پیر اور دو میں آدھا آدھا کلہ اور ایک میں مغز اور زبان لگادیا جائے، ایک حصہ میں پورا پائے اور دوسرے میں پورا سر لگادیا جائے، تو اس طرح تقسیم کرنا درست ہو گا اور اگر کسی غریب کو سارے شرکاء باہمی رضامندی سے اپنے حصہ کے پائے کلّہ دیدیں یا بعض شرکاء دیدیں تو ان کو حق ہے کہ وہ خود استعمال کریں یا فروخت کر کے پیسہ مدرسہ میں دیدیں۔ (فتاوی محمودیہ)

۱۱- قربانی کا گوشت آپس میں تول کر تقسیم کیا جائے

○ سات آدمیوں نے مل کر ایک گائے کی قربانی کی مگر اس کا گوشت تول کر تقسیم نہیں کیا بلکہ اٹکل سے بانٹا تو اس صورت میں قربانی صحیح ہو گئی، مگر تول کر تقسیم نہ کرنے سے احتمال ربٰو کی وجہ سے وہ شرکاء جو اس تقسیم سے راضی تھے، گنہگار ہوئے، اگر تقسیم میں کسی کی طرف سری پائے اور کھال بھی لگادی مثلاً کچھ گوشت اور کچھ حصہ پائے کا، ایک حصہ میں اور کچھ گوشت اور پائے یا

سری یا کھال ایک کے حصہ میں آگئی تو چونکہ ہر ایک کے حصہ میں جو چیز آئی ہے، وہ غیرِ جنس کے مقابلہ میں قرار دی جاسکتی ہے، اسلئے اس صورت میں گناہ نہیں۔

○ مشترکہ قربانی میں گوشت تول کر تقسیم کرنا چاہیے، اس کے بعد اپنے حصہ کا اختیار ہے، جو چاہے کرتا رہے، اگر گوشت بغیر تولے تقسیم کیا گیا اور اس میں کمی بیشی ہوگئی تو جو زیادتی دوسرے کے پاس جائے گی وہ سود کے حکم میں ہوگی، اگرچہ بعد میں کمی والے نے زیادتی ہبہ (ہدیہ) کردی ہو کیونکہ ہبہُ مشاع صحیح نہیں ہوتا، اگر کسی کے پاس مثلاً گوشت کا حصہ آگیا اور کلیجی وغیرہ کے عوض میں بھی گوشت آگیا تو اگر سارے شرکاء اس معاوضہ پر رضامند ہیں تو اس میں بھی کوئی خرابی نہیں بالکل درست ہے، کمافی الشامی (۵/۲۰۱،۲۰۲):

ویقسم اللحم وزنا لاجزافا إلا إذا ضم معه من الأكارع أو الجلد قال الشامی قوله: جزافا لأن القسمة فیها معنی المبادلة ولو حلل بعضهم بعضا قال فی البدائع : أما عدم جواز القسمة مجازفة فلأن فیها معنی التملیك واللحم من أموال الربا فلا یجوز تملیکه مجازفة وأما عدم جواز التحلیل فلان الربا لایحتمل الحل بالتحلیل ولأنه فی معنی الهبة وهبة المشاع فیما یحتمل القسمة لاتصح (فتاوی محمودیہ جلد ۲۶)

۱۲-وقف قربانی کرنے میں وزن کر کے تقسیم کرنا ضروری نہیں

○ شریعت مقدسہ نے قربانی کے جانور میں حصہ داروں کو جائز رکھا ہے، لہٰذا گوشت کو شرکاء آپس میں ایسے طریقے سے تقسیم کریں جس میں کسی کی حق تلفی کا امکان نہ ہو، تاہم فقراء پر صدقہ کے لئے وزن کرنا ضروری نہیں، کما فی الفتاویٰ قاضی خان علی هامش الهندیة (۳/۳۵۱) فصل فیما یجوز فی الضحایا۔۔۔الخ) :

قال العلامة فخرالدین حسن بن الفرغانیؒ: سبعة ضحوا بقرة واقتسموا لحمها وزنًا جاز لان بیع اللحم باللحم وزنًا مثلاً بمثل جائزٌ فکذلک

القسمة فان اقتسموا جزافًا لايجوز اعتبارًا بالبيع۔(فتاوی حقانیہ جلد ٦)

63-قربانی کی کھال کے متعلق اہم مسائل

١- کھال اور گوشت کا حکم ایک ہی ہے

○ قربانی کی کھال جب تک فروخت نہیں کی گئی، اس کا حکم گوشت کا ہے اور کسی کو بھی ہدیہ میں دے دینا جائز ہے، البتہ فروخت کے بعد اس کا صدقہ واجب ہے، وہ صدقہ مستحق کو دیا جائے گا۔

○ اصل میں چرم قربانی کا مصرف وہی ہے جو گوشت وغیرہ کا ہے یعنی چمڑے کو اپنی اصل حالت پر رکھتے ہوئے خود بھی استعمال کر سکتا ہے، صاحبِ استطاعت دوست احباب کو بھی دے سکتا ہے اور غرباء کو بھی لیکن اگر چمڑا کسی چیز کے بدلہ فروخت کر دیا جائے تو اس کی دو صورتیں ہیں :

١- اس چیز کے وجود کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھایا جاتا ہو، اس صورت میں اس چیز سے نفع اٹھانے کی گنجائش ہے۔

٢- چمڑے کے عوض کوئی ایسی چیز حاصل کرے کہ جس کو باقی رکھتے ہوئے اس سے نفع اٹھانا ممکن نہیں جیسے چمڑا دے کر گوشت یا چاول یا گیہوں حاصل کرے، یا پیسوں کے عوض چمڑا فروخت کر دے، تو ظاہر ہے کہ ان صورتوں میں چمڑے کے عوض کے طور پر جو چیز حاصل کی جاتی ہے اس کو اپنی اصل حالت پر قائم اور باقی رکھتے ہوئے نفع نہیں اٹھایا جا سکتا ہے، ایسی چیزوں کا صدقہ کر دینا واجب ہے کما فی الدرالمختار مع الرد (٩ ۔ ٤٧٥) :

و يتصدق بجلدها أويبدله بما ينتفع به باقيا لا بمستهلك كخل ولحم ونحوه

آج کل عام طور پر کھال پیسوں کے عوض فروخت کی جاتی ہے، لہٰذا ان کا صدقہ کرنا واجب ہے، جن لوگوں کو زکوۃ دی جا سکتی ہے، انہیں کو چرم قربانی بھی دی جا سکتی ہے اور بہتر طریقہ یہی ہے کہ چرم یا اس کی قیمت غرباء پر صرف کر دی جائے تاکہ قربانی کے ساتھ ساتھ مزید صدقہ

کا ثواب بھی حاصل ہو۔(کتاب الفتاوی)

۲۔کھال فروخت کرنے کی صورت میں اس کی رقم کا بھی صدقہ واجب ہے

○ قربانی کی کھال فروخت کر دی جائے تو اس رقم کا صدقہ کرنا واجب ہے، لہٰذا قربانی کی کھال ایسے ادارے یا جماعت کو دی جائے جس کے بارے میں پورا اطمینان ہو کہ وہ صحیح مصرف پر یعنی مستحقین پر خرچ کرے گی۔

۳۔کھال کا بہترین مصرف

○ چرمہائے قربانی کا بہترین مصرف دینی مدارس کے مستحق طلبہ کرام ہیں اور یہ واضح رہے کہ مدارس میں جو چرمہائے قربانی دی جاتی ہیں وہ مدارس کی تعمیر یا مدرّسین کی تنخواہوں میں صَرف نہیں کی جاتیں بلکہ علمِ دین حاصل کرنے والے غریب و نادار طلبہ پر صَرف کی جاتی ہیں، لہٰذا مدارس میں چرمہائے قربانی دینا بالکل جائز ہے، بلکہ موجودہ زمانے میں مدارس میں چرمہائے قربانی دینا زیادہ بہتر ہے، اس لئے کہ اس میں غریب طلبہ کی امداد بھی ہے اور علمِ دین کی خدمت بھی۔

○ اسی طرح چرمِ قربانی کی رقم صرف انہی مصارف میں خرچ کی جاسکتی ہے کہ جن مصارف میں زکٰوۃ کی رقم خرچ کی جاسکتی ہے اور زکٰوۃ کے مصارف سورہ توبہ کی آیت میں بیان کر دیئے گئے ہیں، یہ صدقاتِ واجبہ ہیں اور صدقاتِ واجبہ میں تملیک ضروری ہے۔

٤۔کھال کا ہدیہ کرنا جائز ہے البتہ وظیفہ امامت و تدریس یا اجرتِ قصائی یا تعمیرِ مسجد میں دینا جائز نہیں

○ اگر امامِ مسجد کی امامت کی تنخواہ یا وظیفہ علیحدہ مقرّر ہو اور تقرّر کے وقت اس کے ساتھ صریحاً یا اشارۃً یہ بات طے نہ ہوئی ہو کہ امام کی حیثیت سے ہم آپ کو قربانی کی کھالیں بھی دیا کریں گے اور وہ امام بھی کھالوں کو مقتدیوں پر اپنا حق نہ سمجھے، تو اس صورت میں اگر مقتدی واقعۃ گوشت کے ہدیہ کی طرح کھال کا بھی ہدیہ دے دیں تو جائز ہے، لیکن اگر دونوں طرف سے نیت یہی ہو کہ یہ امامت کے عوض کے طور پر دی جارہی ہیں تو ظاہری تاؤیل کر کے ہدیہ نام رکھنے سے ان

کو دینا جائز نہیں ہو گا، امامِ مسجد اگر غریب ہو اور اس کی تنخواہ اور اُجرت کی نیت کے بغیر صرف غریب یا عالم اور حافظ سمجھ کر اس کو کھالیں دی جائیں تو یہ جائز ہے بلکہ بہتر ہے، ایسے علماء و حفاظ اگر محتاج ہوں تو ان کی امداد کرنا سب سے بڑھ کر اَولیٰ ہے۔

○ اسی طرح قربانی کی کھال یا اس کی رقم کا مدارس کے مدرّسین اور عملہ کی تنخواہ میں صَرف کرنا جائز نہیں ہے۔

○ قربانی کی کھالوں یا صدقہ فطر کی رقم کا فقیر یا مسکین کو مالک بنانا ضروری ہے، اس لئے مسجد کی تعمیر میں، اس سے متصل دُکان میں اور مدرسہ کی تعمیر میں زکوٰۃ اور قربانی کی کھالوں کی رقم خرچ نہیں کیا جاسکتا، البتہ اگر کسی مسکین یا غریب شخص کو ان اشیاء کا مالک بنایا اور وہ برضا و رغبت مسجد یا مدرسہ میں چندہ دیدے تو اَب اس رقم کی صورت تبدیل ہو گئی اور وہ قربانی کی کھالوں کی قیمت یا صدقہ فطر نہیں رہی، اس لئے اب وہ مسجد یا مدرسہ کی تعمیر میں دیگر چندوں کی طرح صَرف کی جاسکتی ہے۔

نوٹ: جس شخص کو کوئی کھال ہدیۃً دے دی جائے، اب اگر وہ فروخت کردے تو اس کے لئے کھال کی فروخت سے ملنے والی رقم کا استعمال جائز ہے، اس رقم کا صدقہ کرنا لازم نہیں ہے۔ (اضافہ مفیدہ از مفتی ارشاد احمد اعجاز زید مجدہم)

○۔ کھال کی رقم کا بدون تملیک کے رفاہی کاموں میں لگانا جائز نہیں

○ قربانی کی کھالیں فروخت کرنے کے بعد ان کا حکم زکوٰۃ کی رقم کا ہے، جس کی تملیک ضروری ہے، اور بغیر تملیک کے رفاہی کاموں میں اس کا خرچ دُرست نہیں، قربانی کی کھالیں ایسے ادارے اور جماعت کو دی جائیں جو شرعی اُصولوں کے مطابق ان کو صحیح جگہ خرچ کرسکے۔

○ چرمِ قربانی سے حاصل شدہ رقوم کا حکم زکوٰۃ کی رقم جیسا ہے، لہٰذا مستحقین میں اس کی تملیک کرانا ضروری ہے، خواہ وہ نقد کی صورت میں ہو یا کتابوں وغیرہ کی صورت میں ہو، بہر حال ایسی مدوں میں لگانا جائز نہیں ہے جن میں تملیک کی صورت نہ پائی جائے مثلاً کنواں

کھدوانا وغیرہ۔(مستفاد از فتاوی یوسفی)

64-ذبح کی صورتیں

● حضرت ابوالعشراء اپنے والد محترم سے نقل کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! کیا شرعی ذبح کا تعلق حلق اور سینہ کے سرے کے درمیانی حصے سے ہے؟ (یعنی کیا شرعی طور پر ذبح صرف اسی کو کہا جائے گا کہ جانور کے حلق اور سینے کے سرے کے درمیان جراحت کے ساتھ خون بہایا جائے؟) آپ ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم شکار کی ران میں بھی جراحت پہنچادو گے تو تمہارے لئے کافی ہوگا۔(ترمذی، ابوداؤد، نسائی، ابن ماجہ، دارمی)

امام ابوداؤد رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ حدیث میں مذکورہ ذبح کی اجازت دینا، اس جانور سے متعلق ہے جو کنویں میں گرپڑا ہو یعنی یہ "ذبح اضطراری" کی صورت کا حکم ہے اور امام ترمذی رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ "ضرورت کی حالت" کا حکم ہے۔

● حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ ہم نے عرض کیا یارسول اللہ! جب ہم اونٹنی کو نحر کرتے ہیں یا گائے اور بکری کو ذبح کرتے ہیں تو (بسااوقات) ہم اس ذبیحہ کے پیٹ میں مردہ بچہ پاتے ہیں، آیا ہم اس بچہ کو پھینک دیا کریں یا کھالیا کریں؟ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تم چاہو تو اس کو کھالیا کرو کیونکہ اس کی ماں کا ذبح کرنا، اس بچہ کا بھی ذبح کرنا ہے۔(ابوداؤد، ابن ماجہ)

فائدہ: نحر اور ذبح کی تفصیل پہلے گزرچکی ہے اور تفصیل اس کی یہ ہے کہ ذبح کرنے کی دو قسمیں ہیں:

ایک "ذبح اختیاری" اور دوسری "ذبح اضطراری" پھر اختیاری کی بھی دو صورتیں ہیں ایک "نحر" اور دوسرا "ذبح"

65-نحر اور ذبح میں فرق

نحر یہ ہے کہ اونٹ کے سینہ میں نیزہ مارا جائے (یعنی اس کے سینے کو نیزہ سے چیرادیا

جائے)اور اونٹ میں مستحب نحر کرنا ہے اگرچہ اس کو ذبح کرنا جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ اور ذبح یہ ہے کہ جانور کے حلق کی رگ کو کاٹا جائے،ذبح کی صورت میں جانور کی حلق کی جو رگیں کاٹی جاتی ہیں وہ چار ہیں،ایک تو "حلقوم" یعنی نرخرہ کہ جس کے ذریعہ سانس کی آمدورفت ہوتی ہے، دوسری "مری" یعنی وہ رگ جس سے منہ سے پانی جاتا ہے اور "ودجان" یعنی دوشہ رگیں جو نرخرہ کے دائیں بائیں ہوتی ہیں،ان چاروں رگوں کو کاٹنا ہی شرعی طور پر "ذبح" کہلاتا ہے،اگر ان چاروں میں سے تین ہی رگیں کٹ جائیِں تب بھی ذبح درست ہے اور اس جانور کا کھانا حلال ہے اور اگر دو ہی رگیں کٹیں تو وہ جانور مردار ہو جائے گا جس کا کھانا حلال نہیں ہوگا۔

جس طرح اونٹوں میں نحر کرنا مستحب ہے،اسی طرح گائے اور بکریوں وغیرہ میں ذبح کرنا مستحب ہے لیکن اگر کسی نے ان کو نحر کر لیا تب بھی جائز ہوگا مگر کراہت کے ساتھ۔

66-ذبح کرنے کا مسنون طریقہ

جانور کا منہ قبلہ کی طرف کر کے تیز چھری ہاتھ میں لے کر بسم اللہ اللہ اکبر کہہ کے اس کے گلے کو کاٹا جائے، یہاں تک کہ چاروں رگیں کٹ جائیں۔

○ اگر کسی شخص نے بکری وغیرہ کو گدی کی طرف سے ذبح کیا تو اگر وہ اتنی دیر تک زندہ رہی کہ اس شخص نے اس کی رگیں کاٹ دیں تو اس کا کھانا جائز ہے لیکن کراہت کے ساتھ کیونکہ اس طرح ذبح کرنا سنت کے خلاف ہے اور اگر وہ رگوں کے کٹنے سے پہلے ہی مر گئی تو اس کا کھانا جائز نہیں۔

○ اگر کسی شخص نے کسی جانور مثلاً مرغی کو ذبح کرتے ہوئے چھری کو حرام مغز تک پہنچا دیا اور سر کٹ کر جدا ہو گیا تو اس کا کھانا جائز ہے اور مکروہ بھی نہیں ہے لیکن اتنا زیادہ ذبح کرنا یا اس طرح ذبح کرنا کہ سر جدا ہو جائے مکروہ ہے۔

○ جانور کو کند چھری سے ذبح کرنا مکروہ اور ممنوع ہے کیونکہ اس میں جانور کو بہت تکلیف ہوتی ہے،اسی طرح ذبح کے بعد ٹھنڈا ہونے سے پہلے اس کی کھال کھینچنا، ہاتھ پاؤں توڑنا کاٹنا

اور ذبح میں جن چار رگوں کو کاٹنا چاہئے، ان کے کٹ جانے کے بعد بھی گلا کاٹے جانا، یہ سب مکروہ ہے۔

67- حلال جانور کے حلال و حرام اجزاء

● حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا کہ ہمارے لئے دو بغیر ذبح کے مری ہوئی چیزیں اور دو خون حلال ہیں، دو بغیر ذبح کے مری ہوئی چیزیں تو مچھلی اور ٹڈی ہیں اور دو خون کلیجی اور تلی ہیں (کہ یہ دونوں اصل میں بستہ خون ہیں نہ کہ گوشت۔ (احمد، ابن ماجہ، دار قطنی)

○ حضرت امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ارشاد (ردالمحتار ٥/٤٧٧) میں نقل کیا ہے کہ بکری کا بہتا خون تو حرام ہے اور چھ چیزیں مکروہ تحریمی ہیں اور حدیث پاک بھی اس سلسلہ میں نقل کی ہے، ان چھ میں اوجھڑی اور آنت کا ذکر نہیں، گائے بھینس کا بھی یہی حکم ہے۔

○ جس جانور کا گوشت کھانا جائز ہے، اس کا چمڑا بھی گوشت کیساتھ کھالیا جائے تو مضائقہ نہیں، بلکہ درست ہے، اس لئے کہ چمڑا اجزائے محرمہ میں سے نہیں ہے۔"فالذی یحرم اکله منه سبعة الدم المسفوح والذکر والانثیان والقبل والغدة والمثانة والمرارة" بدائع الصنائع (٦١/٥) مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی، آخر کتاب الذبائح۔

○ خون جم کر گٹھلی کی صورت ہو جاتی ہے، اس کو غدہ کہتے ہیں، وہی اردو میں غدود کہلاتا ہے، یہ حرام ہے البتہ پائے اور دوسری ہڈی سے جو چیز نکلتی ہے، اس کو گری اور گودہ اور گود کہتے ہیں، اس کا کھانا درست ہے۔

○ ذبح کے بعد جو خون گوشت سے چپکا ہوا رہ جاتا ہے وہ نجس ہے، جب کہ وہ سائل (بہنے والا) ہو اور جو خون رگوں میں اور گوشت کے اندر ہو وہ نجس نہیں جب کہ وہ سائل نہ ہو۔ (مستفاد از فتاوی محمودیہ)

○ قرآن کریم کی آیت کریمہ "حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ۔۔۔الآیة" سے دم مفسوح

یعنی بہنے والے خون کو حرام قرار دیا گیا ہے اور حدیث میں اس حکم سے جگر اور تلی باوجود خون ہونے کے مستثنیٰ ہیں۔ (معارف القرآن)

○ بعض حضرات نے حرام مغز کو بھی اجزائے ممنوعہ میں سے شمار کیا ہے۔ (دارالافتاء دارالعلوم دیوبند، جواب: ۵۲۰۱۸)

68- حلال جانور کے ممنوع اجزاء کے متعلق اہم تحقیق

حنفیہ کے ہاں حلال جانور میں مندرجہ ذیل سات چیزیں مکروہ ہیں:

۱: بہتا ہوا خون

۲: غدود

۳: مثانہ

٤: پتہ

٥: نر کی پیشاب گاہ

٦: مادہ جانور کی پیشاب گاہ

۷: کپورے۔

(دیکھئے: کتاب الآثار، بدائع الصنائع، تبیین الحقائق، کنز، ملتقی الابحر، الدر المختار، ردالمحتار)

اوپر ذکر کردہ سات ممنوعہ اشیاء پر تین دلائل

پہلی دلیل

قرآن پاک کی آیت: "ویحل لهم الطيبات ويحرم عليهم الخبائث" یعنی پاکیزہ چیزیں حلال اور خبائث حرام ہیں۔

مندرجہ بالا اشیاء خبائث میں آتی ہیں کیونکہ ان سے طبیعت کو گھن آتی ہے۔

دوسری دلیل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ کے خاص شاگرد مشہور مفسر حضرت مجاہد رحمہ اللہ کی مرسل روایت جو مندرجہ ذیل الفاظ وسند سے مروی ہے:

"عبدالرحمن بن عمرو الاوزاعي عن واصل بن ابي جميل عن مجاهد قال : كان رسول الله صلي الله عليه وسلم يكره من الشاة سبعا : الدم والحياء والانثيين والغدود والذكر والمثانة والمرارة، وكان يستجب من الشاة مقدمها "

یہ حدیث حافظ عبد الرزاق نے اپنی مصنف میں اور امام محمد نے کتاب الآثار میں اور امام بیہقی نے بطریق سفیان عن الاوزاعی اپنی سنن میں مندرجہ بالا سند سے نقل کی ہے.

والفاظ الحدیث لعبد الرزاق

حضور اکرم ﷺ بکری (وغیرہ) سے ان سات اعضاء کو ناپسند کرتے تھے:

۱۔(بہنے والا) خون ۲۔شرمگاہ ۳۔ خصیتین ٤۔غدود ۵۔اگلی شرمگاہ ٦۔مثانہ ۷۔پتہ۔

اس کی سند میں تین راوی ہیں:

امام اوزاعی، مجاہد اور واصل۔

"امام اوزاعی اور مجاہد" تو مشہور علماء وفقہاء اور محدثین کے ہاں ثقہ ہیں.

"واصل" کے بارے میں محدثین کے جرح وتعدیل دونوں قول ملتے ہیں۔

○ابن معین کی ایک روایت لاشیٔ کی ہے اور دوسری مستقیم الحدیث ہونے کی ہے۔

○ابن حبان نے انہیں ثقات میں شمار کیا ہے۔

○ابن حجر تقریب میں انہیں مقبول قرار دیا ہے۔

○اسی طرح علامہ صفی الدین نے خلاصۃ الخزرجی میں مستقیم الحدیث کا حکم لگایا ہے۔

(رجال کے احوال کے لئے ملاحظہ فرمائیں: التاریخ الکبیر، الجرح والتعدیل، تہذیب الکمال، تہذیب التہذیب، تقریب التہذیب، خلاصۃ الخزرجی، معانی الاخبار للعینی وغیرہ)

رہی یہ بات کہ یہ مرسل ہے تو اس کے متعلق تین باتیں ملحوظ رہیں:

١۔راوی ثقہ ہو تو مرسل روایت حنفیہ کے ہاں حجت ہے.

٢۔ محدثین کے ہاں مرسل اس وقت حجت ہوتی ہے، جب اس کا کوئی مؤید ہو، اس حدیث کا مؤید قرآن پاک اور حدیث ذیل کی صورت میں موجود ہے.

٣۔ حضرت مجاہد کی مراسیل کے بارے میں مشہور امام جرح و تعدیل یحیی بن سعید القطان فرماتے ہیں:"مرسلات مجاهد احب الي من مرسلات عطاء بكثير كان عطاء ياخذ من كل ضرب"

تیسری دلیل

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ کی روایت جو کہ طبرانی میں مندرجہ ذیل سند سے مروی ہے:

"{حدثنا يعقوب بن إسحاق ثنا يحيى الحماني ثنا عبد الرحمن بن زيد بن أسلم عن أبيه عن عبد الله بن عمر قال كان رسول الله صلى الله عليه و سلم يكره من الشاة سبعا المرارة والمثانة والمحياة والذكر والأنثيين والغدة والدم، وكان أحب الشاة إلى رسول الله صلى الله عليه و سلم مقدمها، قال وأتي النبي صلى الله عليه و سلم بطعام فأقبل القوم يلقمونه اللحم فقال رسول الله صلى الله عليه و سلم إن أطيب اللحم لحم الظهر}"

(المعجم الاوسط للطبراني: ٩/١٨١(رقم ٩٤٨٠)المعجم الكبير للطبراني: ١١/٢٣٤)

اس کی سند میں پانچ راوی ہیں

١۔یعقوب بن اسحاق

جو کہ حافظ طبرانی کے استاذ ہیں، ان کے احوال معروف اور معتمد کتب رجال میں نہیں ملے البتہ یہ بات ضرور ملحوظ رہنی چاہئے کہ ہر محدث اپنے اساتذہ سے خوب واقف ہوتا ہے، اس کی صحیح وضعیف روایات کا امتیاز بھی ہوتا ہے، معاجم ثلاثۃ میں ان سے متعدد روایات منقول ہیں۔

۲۔یحیی بن عبدالحمید الحمانی

انہیں محدثین حفاظ حدیث کی فہرست میں شمار کرتے ہیں، کوفہ میں سب سے پہلے انہوں نے ہی مسند مرتب کی، یحیی بن معین، ابو حاتم الرازی، ابو خیثمۃ، محمد بن ابراھیم البوشنجی، خلیلی نے ان کی توثیق کی ہے، امام احمد بن حنبل، امام بخاری ونسائی وغیرہ متعدد محدثین سے ان کی تجریح منقول ہے، امام بخاری ونسائی وغیرہ کی جرح امام احمد بن حنبل کے کلام کی وجہ سے...

69-مالدار کو چرم قربانی دینا جائز ہے

فقہیات قربانی (15) میں قربانی کی کھال کی بابت ایک اہم اضافی نوٹ حضرت مفتی ارشاد احمد اعجاز صاحب زید مجدہم کے ارشاد پر لکھا گیا کہ:

جس شخص کو کوئی کھال ہدیۃً دے دی جائے، وہ اگر فروخت کر دے تو اس کے لئے کھال کی فروخت سے ملنے والی رقم کا استعمال جائز ہے، اس رقم کا صدقہ کرنا لازم نہیں ہے۔

اس پر بعض اہل علم رفقاء کی طرف سے سوال آیا کہ اس طرح تو کتب فقہ میں نہیں ہے، چنانچہ اس کی وضاحت کے لئے کچھ عبارات پیش خدمت ہیں:

● امدادالفتاوی جدید (۲۶۷/۸-۲۶۸)

سوال (۲۲۳۳)

چرم قربانی غنی کو تصدق کر دینا جائز ہے یا نہیں اور وہ غنی بعد فروخت کرنے کے قیمت اپنے تصرف میں لا سکتا ہے یا نہیں؟

جواب

جلد کا حکم مثل لحم کے ہے، جس طرح لحم اضحیہ کا غنی کو دینا جائز ہے، اسی طرح جلد بھی غنی کو دینا جائز ہے (ا) جب کہ اس کو تبرعاً دیا جاوے، اس کی کسی خدمت و عمل کے عوض میں نہ دیا

جاوے (۲) اور جب اس غنی کی ملک کردیا جاوے اس کو فروخت کر کے اپنے تصرف میں لانا بھی مثل دیگر اموال مملوکہ کے جائز ہے (۳)

(۲۸، ذی الحجہ ۱۳۳۱ھ (تتمہ ثانیہ ص ۱۰۵)

حواشی از حضرت مفتی شبیر احمد قاسمی صاحب زید مجدہم

(۱) واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح۔ (هداية، كتاب الأضحية، مكتبه أشرفيه ديوبند ٤/ ٤٥٠)

□ واللحم بمنزلة الجلد في الصحيح۔ (مجمع الأنهر، كتاب الأضحية، دارالكتب العلمية بيروت ٤/ ١٧٤- تبيين الحقائق، كتاب الاضحية، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٤٨٦، إمداديه ملتان ٦/ ٩- هندية، كتاب الاضحية، الباب السادس، قديم زكريا ديوبند ٥/ ٣٠١، جديد زكريا ديوبند ٥/ ٣٤٧)

(۲) اس لئے کہ چرم قربانی کا تصدق بطور تبرع کے واجب ہے، کسی کی خدمت و عمل کے عوض میں دینا جائز نہیں ہے۔

(حاشیہ میں شاید یہ تعبیر زیادہ مناسب ہے کہ چرم قربانی کا تصدقاً یا تبرعاً دینا جائز ہے عوضاً دینا درست نہیں ہے)

□ عن علي رضي الله عنه قال: أمرني رسول الله صلى الله عليه وسلم أن أقوم على بدنه، وأن أتصدق بلحمها وجلودها وأجلتها، وأن لا أعطي الجزار منها، وقال: نحن نعطيه من عندنا۔ (مسلم شريف، الحج، باب الصدقة بلحوم الهدايا وجلودها وجلالها، النسخة الهندية ١٠/ ٤٢٣، بيت الأفكار رقم: ١٣١٧- بخاري شريف، كتاب المناسك، باب يتصدق بجلود الهدي، النسخة الهندية ١/ ٢٣٢، رقم: ١٦٨٦، ف: ١٧١٦)

□ ولو أراد أن يعطي الجزار أو الذابح أجرته من لحمها لايجوز، وفي

الظهيرية : ولا يعطي جلد الأضحية، ولا لحمها أجرة الذباح والسلاخ۔ (الفتاوى التاتارخانية، كتاب الأضحية، الفصل السادس: الانتفاع بالأضحية، مكتبه زكريا ديوبند ١٧/ ٤٤٢، رقم: ٢٧٧٦٣ - هداية، كتاب الاضحية، مكتبه أشرفيه ديوبند ٤/ ٤٥٠ - تبيين الحقائق، كتاب الاضحية، مكتبه زكريا ديوبند ٦/ ٤٨٦، إمداديه ملتان ٦/ ٩۔

(٣) المالك هو المتصرف في الاعيان المملوكة كيف شاء (بيضاوي شريف مكتبه رشيد ١/ ٧)

● کتاب النوازل(١٤/٥٩١) میں ایک طویل سوال نامہ میں لکھا ہے کہ مفتی اعظم حضرت مفتی کفایت اللہ صاحب رحمہ اللہ تحریر فرماتے ہیں کہ قربانی کی کھال سے خود فائدہ اٹھانا یا کسی کو کھال دے دینا، خواہ وہ غنی ہو، یا فقیر، ہاشمی ہو یا اور کوئی، اپنے اُصول وفروع ہوں یا اجنبی، یہ سب جائز ہے اور اِس میں تملیک بھی لازم نہیں، کیونکہ خود اپنے لئے اُس کا مصلی ڈول وغیرہ بنالینا اور کام میں لانا جائز ہے جس میں تملیک متصور نہیں۔ (کفایت المفتی۸؍۲۲۶)

دوسری جگہ مفتی صاحب لکھتے ہیں کہ قربانی کی کھال اگر قربانی کرنے والا کسی کو دیدے اور وہ شخص جس کو کھال دی ہے، اُسے فروخت کرکے کسی معلم کو تنخواہ دے یا مسجد کی تعمیر میں خرچ کردے تو جائز ہے۔ (کفایت المفتی۸؍۲۲۸)

اس طویل سوال کے جواب میں حضرت مفتی سلمان منصور پوری زید مجدہم فرماتے ہیں کہ:

قربانی کی کھالوں کو بیچ کر بلا تملیک متفرق مصارف میں صرف کرنے کے لئے سوال میں جو حیلہ لکھا گیا ہے وہ شرعاً درست نہیں ہے؛ اِس لئے کہ مدرسہ کے مہتمم یا کسی تنظیم کے ذمہ دار کو قربانی کی کھال جو دی جاتی ہے وہ تملیکاً نہیں ہوتی، بلکہ توکیلاً ہوتی ہے، یعنی اُس ذمہ دار کو یہ حق نہیں ہوتا ہے کہ وہ اُسے اپنے ذاتی مصرف میں کسی طرح بھی استعمال کرے، بلکہ وہ محض دینے

والے کا وکیل ہوتا ہے، اَب اگر وہ اُس کھال کو بیچ دے تو جس طرح موکل کے بذات خود بیچنے کی صورت میں بالاتفاق کھال کی قیمت واجب التصدق ہوتی ہے، اِسی طرح وکیل کے بیچنے کی شکل میں بھی کھال کی قیمت کا صدقہ کرنا واجب ہوگا اور مصارفِ صدقہ کے علاوہ اُس کی رقم خرچ کرنے کی شرعاً اجازت نہ ہوگی، یہی بات فتاویٰ رحیمیہ میں حضرت مولانا مفتی سید عبدالرحیم صاحب لاجپوری رحمہ للہ نے لکھی ہے جو آپ کے سوال میں نقل شدہ ہے اور کفایت المفتی کے فتاویٰ کا محمل وہ صورت ہے جب کہ کسی شخص کو کھال کا بالکلیہ حقیقۃً مالک بنادیا جائے، تو اسے اختیار ہوتا ہے کہ وہ خواہ چمڑے سے فائدہ اٹھائے یا اُس کی قیمت سے۔

- فتاوی رحیمیہ (۱۰/۴۰) میں ہے کہ

سوال

فتاویٰ رحیمیہ جلد دوم کتاب الاضحیۃ میں ہے کہ قربانی کی کھال اس کو دے سکتے ہیں جسے گوشت دے سکتے ہیں، ایک صاحب نے سوال کیا کہ گوشت تو امیر کو بھی دیتے ہیں اور کافر کو بھی، تو اس فتویٰ میں وضاحت کی ضرورت ہے کہ جسے صدقہ دے سکتے ہیں، اسے دے سکتے ہیں، وضاحت فرمائیں۔

جواب

چرم قربانی مالدار کو بھی ہبۃً دینا جائز ہے، اس کا صدقہ واجب نہیں ہے، استحبابی ہے جیسے گوشت کا، البتہ اگر کھال بیچ دی جائے تو اس کی قیمت واجب التصدق ہے جس طرح کسی نے قربانی کا گوشت بیچ دیا تو اس کی قیمت بھی واجب التصدق ہے، وہ قیمت صرف مستحقین زکوۃ ہی کو دی جاسکتی ہے، در مختار مع شامی (۵/۲۸۷ کتاب الاضحیۃ) میں ہے:

(فان بیع اللحم اوالجلد به) ای بمستهلک (أو بدراهم تصدق بثمنه)

راقم الحروف کا اندازہ یہ ہے کہ کھال کے مصرف کی بابت عموماً کتب فقہ میں عبارات صرف تبرع بمعنی تصدق مصرح ہیں، اس لئے تبرع بمعنی ہدیہ کی صورت رہ جاتی ہے، جبکہ اس مسئلہ کی کچھ صورتیں بنتی ہیں:

چرم قربانی....

۱- یاتو مالک بعینہ استعمال کرے گا

۲- یا فروخت کرے گا

۳- یا کسی دوسرے کو مالک بنائے گا،

اب اگر بعینہ کھال خود استعمال کر رہا ہے تو

یا بچھونا وغیرہ بنالے گا

یا بنا کر فروخت کرے گا

یا کسی دوسرے کو مالک بنادے گا۔

اب اگر خود استعمال کرتا ہے تو جائز ہے اور اگر دوسرے کو ہبہ کرتے ہوئے بلا عوض مالک بنائے تب بھی جائز ہے اور اگر خود فروخت کردے تو قیمت کا تصدق لازم ہے۔

اگر بعینہ کسی غریب پر تصدق کردے تو اس غریب کا اس کھال فروخت کرنا جائز ہے۔

اور اگر کسی دوسرے مالدار کو ہبہ کردے (تملیکاً لا توکیلاً) تو وہ مالدار بھی فروخت کرسکتا ہے کیونکہ اسکی ملکیت متحقق ہے۔

غلط فہمی اس وقت ہوتی ہے جب کوئی مال دار خود فروخت کرے تو کہا جاتا ہے کہ تصدق لازم ہے، تو اس سے اول مالدار (واہب) مراد ہوتا ہے، ثانی مالدار (موہوب لہ) مراد نہیں ہوتا کیونکہ وہ اس کھال کا مالک بطور تملیک کے ہوتا ہے، نہ کہ توکیل کے! واللہ اعلم بالصواب

70-قربانی کا سببِ وجوب، ایام قربانی ہیں!

قربانی کا سببِ وجوب ایام قربانی ہیں، پس جو شخص ایامِ قربانی کو اس حالت میں پائے

کہ قربانی کے وجوب کی شرائط پائی جارہی ہوں تو اس پر قربانی واجب ہوگی اور ایامِ قربانی سے قبل قربانی معتبر نہ ہوگی۔

□ وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت الخ۔

(بدائع الصنائع ٤۔١٩٨، درمختار مع الشامی زکریا ٩۔٤٥٣)

دوسرے ملک میں قربانی کرنے کا حکم

اپنے ملک کے فقراء پر قربانی کرنا دوسرے ملک کے فقراء پر قربانی کرنے سے افضل ہے، اگر دوسرے ملک کے فقراء زیادہ ضرورت مند ہوں تو اس ملک میں بھی قربانی کرنا باعث اجر ہوگا، اگر ایک شخص اپنی قربانی کا کسی دوسرے شخص کو دوسرے ملک میں اپنی قربانی کا وکیل بنائے تو قربانی کے وقت میں تو جانور کی جگہ کا اعتبار ہوگا، لیکن تاریخ میں قربانی کرانے والے شخص کے ملک کی تاریخ کا اعتبار ہوگا، اس لئے کہ قربانی کا سببِ وجوب دس ذی الحج کی صبح صادق کے وقت قربانی کی استطاعت ہے، اور اس کا تعلق خود آدمی کی ذات سے ہے، اور سببِ وجوب پائے جانے کے بعد یہ قربانی کس وقت ادا کی جائے؟ اس کا تعلق جانور سے ہے کہ وہ جس جگہ موجود ہوگا اس جگہ کے اعتبار سے فیصلہ کیا جائے کہ اگر وہ شہر میں ہے تو نماز عید کے بعد ہی اس کی قربانی جائز ہوگی، اور اگر دیہات میں ہے تو صبح صادق کے بعد بھی قربانی درست ہوسکتی ہے۔

اس مسئلہ کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ اصل مستطیع شخص پر قربانی کا وجوب ہے اور اس کی فرع قربانی کا مقام اور محل ہے، اس بناء پر جہاں اصل ہی کا وجود نہ ہو وہاں فرع پر کیسے حکم لگایا جاسکتا ہے؟

اب اس مسئلہ میں دو جہتیں پائی جاتی ہیں:

١- ایسے ملک سے قربانی کا وکیل بنانا جہاں تاریخ مقدم ہے مثلاً سعودیہ کا رہنے والا کوئی شخص پاکستان میں اپنی قربانی کرانے کا حکم دے، تو ایسی صورت میں حکم واضح ہے کہ پاکستان میں جب تک دسویں ذی الحج کی صبح صادق نہ ہو، یہ قربانی شرط ادا نہ پائے جانے کی وجہ سے درست

اور معتبر نہیں ہو سکتی، اور اس صورت میں بہر حال قربانی کے جانور کی جگہ کا ہی اعتبار کیا جائے گا۔

۲-ایسے ملک سے قربانی کا وکیل بنانا جہاں تاریخ مؤخر ہے، مثلاً پاکستان کا کوئی شخص سعودیہ میں اپنی قربانی کے لئے وکیل بنائے تو ایسی صورت میں جب تک پاکستان میں دسویں ذی الحج کی صبح صادق نہ ہو جائے اس وقت تک سعودیہ میں اس کی واجب قربانی ادا نہ ہو گی، کیونکہ صبح صادق سے قبل سببِ وجوب ہی نہیں پایا گیا جو کہ اس مسئلہ میں اصل کی حیثیت رکھتا ہے اور مجموعی طور پر تمام جزئیات کے مطالعہ سے یہی بات راجح معلوم ہوتی ہے، اور جن بعض حضرات مفتیانِ کرام نے بہر صورت مکانِ اضحیہ کا اعتبار کرنے کی بات کہی ہے وہ علی الاطلاق درست نہیں ہے۔ (کتاب المسائل ۳۰۱/۲-۳۰۲)

○ استاذ محترم حضرت مفتی محمد انعام الحق قاسمی (رکن دار الافتاء جامعہ بنوری ٹاؤن کراچی) لکھتے ہیں:

جس آدمی پر قربانی واجب ہے، اگر وہ قربانی کے لئے رقم کسی اور ملک میں بھیج دے اور کسی کو قربانی کرنے کے لئے کہدے تو اس طرح رقم بھیج کر دوسرے ممالک میں قربانی کرنا درست ہے، شرعا اس میں کوئی قباحت نہیں البتہ اتنی بات ضروری ہے کہ قربانی دونوں ممالک کے مشترکہ ایام میں ہو، یعنی جس دن قربانی کی جائے گی، وہ دن دونوں ممالک میں قربانی کا مشترکہ دن ہو، ورنہ قربانی درست نہ ہو گی۔ (قربانی کے مسائل: ۸۶)

□ إن سبب وجوب الأضحية الوقت وهو أيام النحر والغنى شرط الوجوب۔ (فتح القدير بيروت ٩، ٥٠٦، زكريا ٩، ٥١٩)

□ ويعتبر مكان المذبوح لامكان المالك۔ (خانية ٣، ٣٤٥)

○ وأما وقت الوجوب فأيام النحر فلا تجب قبل دخول الوقت؟ لأن الواجبات المؤقتة لا تجب قبل أوقاتها كالصلاة والصوم ونحوهما، وأيام النحر

ثلاثة : يوم الأضحى وهو اليوم العاشر من ذى الحجة والحادى عشر والثانى عشر۔ (بدائع الصنائع ٤۔١٩٨)

□ وأما شرائط أدائها: فمنها الوقت فى حق المصرى بعد صلاة الإمام، والمعتبر مكان الأضحية لامكان المضحى، وسببها طلوع فجر يوم النحر۔ (البحر الرائق كراچى ٨۔١٧٣)

□ والدليل على سببية الوقت امتناع التقديم عليه كامتناع تقديم الصلاة وإنما لم تجب على الفقير لفقد الشرط وهو الغنى وإن وجد السبب۔ (شامى بيروت ٩۔٣٧٩، زكريا ٩۔٤٥٣)

ختم شد